

مسافیتیں بے نشان ٹھہریں

پاک نگہت سیمائی

ڈاٹ کام

یہ کہانی ملائکہ حب اللہ خان کی ہے۔ ملائکہ میری کون ہے؟ اور میں اس کی کہانی بھول نکھڑ رہی ہوں؟ تو شاید اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ وہ میری کون تھی؟ اس کے اور میرے بیچ کپڑے تھا؟ محبوب کا؟ ہمدرد کا؟ دوست کا یا جانے کیا؟ میں آج تک جان نہیں پایا ہوں۔ شاید مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی یا پھر شاید مجھے اس سے ہمدردی تھی۔ مجھے اس پر تو اس آتا تھا۔ میں محض اسے تباہ ہونے سے بچانا چاہتا تھا۔ ایک فوری صورتہ! ذہن اور بے غمراہی کی زندگی کو! بہر حال جو کچھ بھی تھا! اس نے اس بیت جانے کے بعد بھی میں اسے نہیں بھولا۔ بھول ہی نہیں پایا ہوں۔ شاید اس کی کہانی کا قرض مجھے اتارنا ہے! یا شاید میں اسے اس لئے نہیں بھلا پایا! کہ وہ کچھ انوکھی سی تھی۔ اس کے اندر محبت کو پانے کی بڑی حب تھی! لیکن اس کے اندر کے الجھاؤ اور نفسیاتی گریں اتنی دید تھیں! کہ وہ محبت پانے کو لپکتی تو لیکن۔۔۔ ایک بار اس نے کہا تھا۔ ”کاظم حبیب احسن! تم میری کہانی لکھو۔“ ”اچھا لکھوں گا۔“ میں نہ دیا۔ ”لکھوں گا! لیکن کیا؟ ایک پاگل سی لڑکی ہے جو۔۔۔“ ”تم وعدہ کرو میری کہانی لکھو گے۔“ وہ چل اٹھی! اور جب وہ صدمہ اتر آئی تھی! تو مجھ کی نہیں سنتی تھی! مجھے وعدہ کرتے ہی بنی۔ میں کوئی بڑا سائل نہیں ہوں! لیکن ابھی کبھی کبھار کچھ کچھ لکھتا ہوں۔ کچھ اللہ سے باہر آنے کو بے تاب ہو! جب کوئی چیز اندر چھو رہی ہو! اور میں اسے کہہ نہ پاؤں! تو میں قلم اٹھا لیتا ہوں! تو شاید اسی وعدے کا بوجھ مجھے ملائکہ حب اللہ کو بھولنے نہیں دیتا۔ ان بیٹے

سات سالوں میں! میں اسے ابھی بھول ہی نہیں پایا ہوں! اور ایسا ہے کہ میں نے ان بیٹے سالوں میں کچھ لکھا بھی نہیں ہے۔ آج قلم اٹھایا ہے! تو جی پایا کہ ملائکہ کی کہانی لکھوں۔ ملائکہ ایک ایسی لڑکی تھی! جسے خود اپنی صلاحیتوں کا ادراک نہیں تھا! یا اگر ادراک تھا بھی پھر بھی اسے خود پر اعتماد نہیں تھا! اس لئے دوسری زندگی دوسروں کے ہاتھوں میں کچھ نقلی بنتی رہی۔ اس نے وہی کیا! جو دوسروں نے پایا! بلکہ دوسرے بھی کون اس کی ماں اور اس کا ماموں! اگر وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کرتی تو شاید کہانی مختلف ہوتی۔ شاید اس کے ساتھ وہ سب کچھ نہ جوتا جو ہوا! پتا نہیں اس سب کے لئے وہ قصور وار تھی! یا دوسرے یا پھر اگر وہ خود قصور وار تھی! تو کتنے فیصد۔ میں نے جب اسے



بلی بارو دیکھا تھا' تو اس نے بیوی بیٹرز پر گھنٹوں سے اوچا کرنا بہن رکھا تھا' جس کے گلے پر کڑھائی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بیو اور وائٹ بھول' اور دور دوری تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھا' جو اس کے رخساروں کو بھگور رہے تھے' تو میں لٹک کر رک گیا۔ میں اپنے کینک سے نکل کر پار کنگ کی طرف جا رہا تھا' اور وہ پار کنگ میں ہی ایک سائینڈ پد اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے گھڑی رو رہی تھی۔ "یہ کون ہے؟" اور یہ اس طرح بھول رو رہی ہے؟ آخر اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟" میں نے غیر ارادی طور پر قدم اس کی سمت بڑھا دیے۔ "یہ لڑکی۔۔۔"

مجھے دکا' بیسے میں سنے اسے پہلے بھی نہیں دیکھا تھا' لیکن کہاں۔۔۔ میں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ ایک میرے ذہن میں روشنی سی کوئی۔ "اے یہ تو۔۔۔" میں چونکا۔ "یہ تو ملائکہ محب اللہ خان ہے۔ شوہر کی دنیا کا ایک بابا بیچنا کا کام' مگر یہ چھوٹا ستارہ' ماڈلنگ سے شارت کر کے مگرین پر تھمک چائے والی ملائکہ محب اللہ۔"

اور پھر تقریباً چار سات سال پہلے ہی عین عروج کے دور میں شوہر کو خیر باد کہہ دیئے والی۔ اب نہ تو وہ کسی نئی وی ڈرامے میں نظر آتی تھی' اور نہ ہی کسی ایڈ میں۔ چند سال پہلے کی بات تھی۔ وہ نئی وی مگرین پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کی اداکاری کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ رہا سہے اور اظہارات اس کے انٹرویو چھاپتے تھے' اس کی اداکاری پر ہتھ کر تے' گو میں نے اسے زیادہ نہیں دیکھا' کیونکہ میں تو دو سال قبل ہی پاکستان آیا تھا' اور ان دو سالوں میں کہیں کسی ڈرامے میں وہ دکھائی نہیں دی تھی۔ لیکن چند سال پہلے پاکستانی ڈرامے غیر ممالک میں بھی بہت شوق سے دیکھے جاتے تھے۔ میں نے بھی

کئی مٹوائی قصیدے ایکسٹار میں سنے ہی وہ اس کا انٹرویو بھی دیکھا تھا' اور چہر ان جو کہ اس کی باتیں سننے ہوئے از حد متاثر ہوا تھا۔ وہ بہت بڑھی لکھی تھی' ہم ازم میں اس وقت تک نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی پاکستانی اداکارہ اتنی بڑھی لکھی ہو سکتی ہے۔ اس نے اسے لیول سینٹ جوزف سے کیا تھا' اور پھر گرینجوئٹن لاہور سے کرنے کے بعد ایم اینس سی کیمسٹری اس نے جامعہ کراچی سے کیا تھا۔ اس کے علاوہ کئی ڈیوٹے اور کورسز بھی' جو اب مجھے یاد نہیں تھے' پرنس لکچر میں انگریزی بولتی' اس اداکارہ کے انٹرویو میں تے بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔ تب ہی تو میں نے اسے سالوں بعد بھی اسے پہچان لیا تھا' وہ بلاشبہ وہی تھی' لیکن وہ بھول رو رہی تھی' یہ جاننے کے لئے ہی میں اس کی طرف بڑھا۔ اگر میں امریکہ میں یوں کسی لڑکی کو روکتے دیکھتا' تو شاید اس کی طرف نہ بڑھتا کہ وہ اپنی قیامت میں مداخلت پر

خفا بھی ہو سکتی تھی اور عین ممکن ہے وہ مجھ پر کبھی بھی کر دیتی، لیکن کیا کتنا تھا، وہ مجھے رونے کا سبب نہ بنی  
 بناتی، لیکن وہ کم از کم میرے ساتھ ایسا کوئی سلوک نہ کرتی، اسی عقین نے مجھے اس کی طرف بڑھنے کا حوصلہ دیا تھا، پھر  
 یکایک وہ مری اور میں نے اسے کھڑکی میں تھکے دیکھا۔

گازی میں کوئی اور بھی تھا شاید، کیا مجھے لوٹ جانا چاہئے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے اس کی آواز سنائی دی، وہ چلا  
 رہی تھی۔ "تم کھلیا عورت! تم مجھے کبھی خوش نہ ہونے دینا، تم خود عرض "لاہچی اور۔۔۔" میں اب اس سے استغ  
 فاسے پڑ تھا، کہ اس کی آواز مجھے عاف سنائی دے رہی تھی۔ میں حیران کھڑا تھا، فی دی پڑ، برٹس لچھے میں انگریزی بولتی  
 وہ لڑکی، نرمی سے ٹھہر ٹھہر کر بات کرتی، جس لڑکی کا امیج میرے ذہن میں بنا ہوا تھا، میں اس کے چلانے سے بری  
 طرح مجروح ہوا تھا۔ "ملکی! میں سمجھ رہی ہوں آرام سے گازی میں بیٹھو اور تماشا مت بناؤ۔" اندر بیٹھی خاتون نے  
 کہا تھا۔ وہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی، لیکن میں اسے سن رہا تھا۔ "میں۔۔۔ میں تماشا بناتی ہوں یا تم۔" اب وہ پہلے سے  
 زیادہ زور سے جھپٹی تھی۔ "تم بناتی ہو میرا تماشا، ہر جگہ ہر مقام پر۔" "سبے وقت مت ہو ملکی! ماں ہوں میں  
 تمہاری اور مجھے تمہاری بہتری چاہئے۔" "اب بتائیں تمہیں میری بہتری چاہئے یا۔۔۔" وہ استہزاء میں انداز میں مٹی  
 تھی۔ "ملکی!" عورت نے کھڑکی میں سے ہاتھ باہر نکال کر اس کے بالوں کو مٹھی میں بھر کر جھٹکا دیا، تو میں بے اختیار  
 ایک قدم آگے بڑھا۔ اس نے اپنے بال اس خاتون کی مٹھی سے آزاد

کیے اور ہلٹ کر مجھے دیکھا۔ "کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔" "ہل اوسے" راہ لگ اپنی۔ "گازی والی خاتون کا  
 لہجہ ایسا تھا کہ میں کھسیا گیا۔" "وہ سامنے میرا کھینک ہے" میں پارٹنگ کی طرف جا رہا تھا کہ آپ کو روکے دیکھا تو۔۔۔  
 میں ڈاکٹر ہوں، ڈاکٹر حبیب احسن راینک ٹرسٹ۔" میں نے وضاحت کی۔ وہ اب میری طرف مڑ چکی تھی۔ اس کے  
 رخسار نیچے ہوئے تھے، اور آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ مجھے لگا جیسے وہ بہت آپ سیٹ ہو، تب ہی تو وہ اتنا جھج  
 جھج کر بول رہی تھی، حالانکہ مجھے اب بھی اس کے لچھے کی نرمی اور شانسی یاد ہے۔ اس کا تنہا بھی بہت اچھا تھا۔ "اُس  
 اوکے۔" اس نے آہستگی سے کہا، اور تیزی سے گازی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ میں نے اندر بیٹھی خاتون کو  
 دیکھا۔ تیز گلابی رنگ کے پتھروں میں ملبوس، گھبراہٹ میں اس کے لیے وہ مشکل سے کوئی نائیکہ لگ رہی تھی۔ تو کیا سنا کہ



محب اللہ کا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ ایک لمحہ کو مجھے خیال آیا، مگر دوسرے ہی لمحے مجھے یاد آ گیا کہ کسی میگزین میں میں نے پڑھا تھا کہ وہ کسی اچھی چٹیلی سے ہے۔ اور اس کے والد کسی جاگیردار چٹیلی کے ہیں۔ ان دنوں جب اس نے شوہر کو خیر باد کہا تھا، تب اس کے متعلق میگزین میں 'اخباروں میں' 'لمنی پتھوں میں' بہت کچھ چھپتا رہا تھا۔ ایسا ہی ایک پرچہ میرے ہاتھ بھی لگ گیا تھا جس

میں اس کے شوہر چھوڑنے کے متعلق مختلف تھراس تراشیاں کی گئی تھیں کہ اسے کسی سے عشق ہو گیا تھا اور وہ شوہر چھوڑ گئی۔ ایک خیال یہ بھی تھا کہ اس کی ٹادی اپنے جاگیردار باپ کے خاندان میں ہو گئی ہے جس کی وجہ سے اس نے اداکاری چھوڑ دی ہے۔ وہ گاڑی پارکنگ سے نکال کر کے گئی تھی اور میں ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ "ٹھیک گاڑی" میں نے دل ہی دل میں غم ادا کیا کہ اس نے کچھ نہیں سمجھا تھا۔ وہ۔۔۔ رہ کر ہے کہ یہ پاکستان تھا۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں، ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھیں بلکہ سائیڈسٹ۔ وہاں دانشور سٹی میں نام صرف میری بہت اچھی جا ب تھی، بلکہ میں نے سب کچھ ایک ہا ہائیڈریٹ آپ چھوڑ کر یہاں آنے کو ترجیح دی تھیں۔۔۔ ٹھہریے، پہلے میں آپ کو اپنے تعلق بتاتا ہوں۔ میرا نام حبیب احسن ہے، ڈاکٹر حبیب احسن، ہم دو بھائی ہیں۔ میرے باپ آدمی میں تھے اور ڈیپویشن پر کچھ عرصہ سعودی عرب میں کام کرنے کے بعد انہوں نے ریٹائرمنٹ لے لی تھی اور ان کی ریٹائرمنٹ کے بعد میرے بھائی نے انہیں امریکہ بٹو الیا، گو وہاں جانا نہیں چاہتے تھے، ان کا ارادہ اپنی زمینوں کو آباد کرنے کا تھا، لیکن آمد بھائی کے سامنے گنہور ہو گئے۔ آمد بھائی کو امریکہ میں سٹیل ہوسے سات آخر سال ہو گئے تھے۔ اس دوران وہ صرف ایک بار پاکستان آئے تھے۔ ان کی بیوی امریکن تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ بابا نے چاہا تھا کہ وہ پاکستان سٹیل ہو جائیں اور اسلام آباد میں گھر لے لیں، لیکن آمد اور ان کی ذات کو یہاں رہنا پسند نہ تھا اور انی اب ان کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ سو بابا اور انی امریکہ چلے گئے۔ میں نے ایف ایس سی کے بعد تھانیا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن لیا تھا کہ آمد بھائی نے میرے پیپر بھی منجج دیئے اور میں امریکہ چلا گیا۔

آمد اور ان کی بیوی حائثہ بیگم اس میں رہتے تھے۔ ان کا گھر بہت خوبصورت تھا اور عائشہ بہت اچھی لڑکی تھی۔ مجھے وہاں جا کر پہلے گریجویٹیشن کرنا پڑا اور گریجویٹیشن کے بعد میرا ٹیسٹ لیا گیا اور مجھے مشورہ ملا کہ مجھے ایم بی بی ایس

کے بھائے سانیہ کا لڑکی بڑھتا چاہئے اور قسماً قسماً امر اضام معاً بننا چاہئے۔ سو میں نے اپنے پروفیسر زکی راہے کا احترام کیا۔ میرا پادشاہ خان وہاں تھا، سو مجھے وہاں سیٹ ہونے میں مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ وہاں میں ایک کامیاب ڈاکٹر تھا۔ میرے پاس آنے کے لئے تین تین ماہ پہلے تاخیر لینا پڑتا تھا۔ پھر بھی میں یہاں آ گیا، سب کچھ چھوڑ کر صرف اس لئے یہ بابائی خواہش تھی۔ حالانکہ وہاں سمیٹا نہیں تھا میرے پاس۔ اپنا ذاتی گھر 'جانب' میں اور پھر سب سے بڑھ کر جاتمہ حارث۔ جاتمہ حارث میری کون تھی، میں شاید اس کی وضاحت نہ کر سکوں۔ میں وہ جاتمہ تھی۔ مسلمان باپ لگی کر بچن بیٹی۔ اس میں مسلمانوں والی کوئی بات نہ تھی، اس کا باپ بہت پہلے جب وہ چھوٹی سی تھی، اس کے ماں کو چھوڑ گیا تھا۔ بہت سارے دوسرے ایشیائی مردوں کی طرح۔ اس کی ماں اب اپنے ایک (اسے فریڈ کے ساتھ رہتی تھی) اور جاتمہ حارث ایک الگ اپارٹمنٹ میں۔ ممکن ہے مجھ سے مننے سے پہلے اس کے ساتھ کسی کوئی اس کا اپارٹمنٹ شیئر کر چاہو، لیکن جب میری اس سے ملاقات ہوئی تھی، میں نے اسے اکیلا ہی رہتے دیکھا تھا۔ وہ کرسمس پر اپنی ماں کے پاس جاتی تھی، درہا بیکل رہتی تھی۔ وہ اپنے نام کے ساتھ حارث لکھتی تھی، لیکن وہ بھی کبھار چرچ بھی بتلی جاتی، اور کرسمس کی تیاریاں ہفتوں پہلے شروع کر دیتی تھی۔ میرے اور اس کے درمیان مذہب بھی زیادہ بحث نہیں آیا تھا۔ میں نے بھی اس سے نہیں کہا تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، اور وہ ہی اس نے، لیکن ہمیں ایک دوسرے سے کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہم دونوں اپنی

اپنی جگہ جانتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے بنے ہیں۔ میں جب پاکستان گیا تھا، تو میں نے سوچا تھا کہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس آ جاؤں گا، تو میں جو وہیں ہی تک گیا تھا، تو صرف جاتمہ حارث کے لئے۔ وہ ایسی ہی تھی، اتنی دلکش، اتنی پیاری کہ میں گھنٹوں اسے نکلتا رہتا تھا۔ اس میں ایک خاص دلربائی تھی۔ ایک پیرونگی، ایک وفاداری، میں اس کا امیر تھا۔ عاشق بھائی کی طرح وہ بھی میسکین تھی، اور میرے مشاہدے کے مطابق میسکین۔۔۔ لڑکیوں میں بہت وفا ہوتی ہے۔ وہ لوٹ کر محبت کرتی ہیں۔ میں واقفکن میں تھا، بابا اور اماں بھی میرے پاس رہتے تھے، اور بھی اسد بھائی کے پاس۔ میں نے جاتمہ سے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ میں اس سے شادی کروں گا، لیکن میرے ذہن میں تھا کہ سیکس ہونے اور اچھا سا گھر لینے کے بعد میں جاتمہ سے شادی کے لئے نکلوں گا۔ میں اسے جو کہہ کر بلا تا تھا، جو فارسی میں ندی کو کہتے ہیں، وہ بھی کسی ندی کی ہی طرح تھی۔ سبک رو ندی کی طرح۔۔۔ تو گھر بنا سنے



اور سچائے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب مجھے کہنا چاہئے کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے میں بابا اور اماں سے بات کرنا چاہتا تھا، لیکن بابا کو اپنا ننگ کی تکلیف ہوئی اور انہیں ہسپتال لے جانا پڑا۔ فاکٹر نے بائی پاس تجویز کیا، اور بابا گھر آئے۔ اس روز میں ان کے کمرے میں بیٹھا تھا کہ اپنا ننگ انہوں نے سجھا۔ ”بھو! میری ایک بات ماننے کا چہرہ“ اس طرح ”بھو“ مجھ کو انہوں نے شاید بھیجی بہت بچپن میں مجھے پکارا تھا۔ ان کے لہجے میں پتا نہیں کیا تھا کہ میں توپ اٹھا۔

بابا! آپ حکم کریں۔ ”بھو! تم بھی پا کھانی لو کی سے شادی کرنا۔“ ایک لمحے کو مجھے لا بیسے میرا دل ماکت ہو گیا۔ ”کیا بابا جان! جان گئے تھے کہ میں نامہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکن مانی نہیں دے رہی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا بیسے میں یہ ایک تھی اماں ہو گیا ہوں۔ شاید بابا نے میرے چہرے کا بدلتا رنگ دیکھا تھا کہ ان کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔ انہوں نے نظریں میرے چہرے سے ہٹا لیں۔ ”میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ اگر تم نہیں چاہتے تو۔۔۔ بس درخواست کی تھی تم سے۔“ ”بابا!“ میں نے توپ کر انہیں دیکھا۔ ایک لمحہ کے لئے جو پس منظر میں چلی گئی تھی یہ میرا باپ تھا جس نے زہری میں میری کوئی خواہش رد نہیں کی تھی۔ جس نے باپ کی شفقت کے ساتھ دوستوں کا اسکا اعطاء بھی دیا تھا۔ اس نے آج تک مجھے غلب نہیں کیا تھا، بلکہ دیا ہی تھا۔ اگر اس نے ایسی خواہش کا اظہار کیا تھا تو اس کا کوئی سبب نہ ہو گا۔ وہ عاشری بیانی سے انہیں کوئی شکایت نہ تھی۔ عاشری بیانی جنہوں نے اسد بیانی کی خاطر اسلام قبول کیا، جو اماں اور بابا کا بہت خیال رکھتی تھیں، جن دنوں وہ اسد کے گھر ہوتے وہ خصوصیات بینرز، رافلز اور شرف پھنٹیں، سر پر اسکارف باندھے رکھتیں۔ وہ ہر جمعہ کو مسجد میں نماز کے لیے بھی جاتی تھیں۔ میرے دونوں بھتیجے بھی ان کے ساتھ مسجد جاتے، گھر میں ایک قاری انہیں قرآن پڑھانے آتا تھا، بال وہ اردو نہیں جانتے تھے۔ اپنی ماں کی طرح امریکہ میں لہجے میں انگریزی یولتے۔ خود کو مسلمان اور پاکستانی بتاتے کہ شاید یہ

اہستہ ہی انہیں سکھایا تھا۔ عاشری بیانی ایک مثالی بہو اور بیوی تھیں۔ بابا جب صبح نماز کے لئے اٹھتے تو وہ انہیں یاد دلاتی کہ کمرے میں دسے پائیں۔ میں نے جب گر بکھویشن کیا، تو انہوں نے مجھے گاڑی گھنٹی کی۔ میں سمجھتا تھا وہ پاکستانی

ہوؤں کے مقابلے میں بہت اچھی ہیں' جو ماس تندوں کے خلاف سازشیں کرتی رہتی ہیں' اور ان کا جوہر داشت نہیں کر سکتیں۔ بابا اور اماں بھی ان کی بہت تعریف کرتے تھے' لیکن پھر بھی کہیں کوئی کمی تھی کہ بابا نے ایسا کہا تھا مجھ سے' لیکن مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بابا! میں نے ان کے ہاتھ تھام لئے۔ "درخواست نہیں بابا! حکم کر میں۔ آپ کی ہر بات میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔" یہ ایک ان کا پیرہن چمک اٹھا۔ "اتنے تمہیں خوش رکھئے بیو! میں تیری پھوپھو کو لکھتا ہوں تیرے لئے لڑکی تلاش کرے۔" بابا خوش تھے' اماں بھی' لیکن میرے اندر تو سناٹے اتر آئے تھے۔ میں بوسے چھاننے لگا' کنزائے نگہ و حیران تھی۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں حویب! ایک دن اس نے مجھے میرے فینک میں چھلایا۔ میں نے غمر میں چڑا لیں۔ حالانکہ جب وہ مجھے بوجھت گول کر کے حویب کہتی تھی' تو مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔" کچھ نہیں' میں مصروف تھا۔

صرف مصروف تھے' یا کچھ اور بات تھی؟ وہ تو میرے اندر اتر جاتی تھی۔ "یہ بابا نے کیا مانگ لیا تھا مجھ سے؟" میری زندگی' میرے دل کی دہائی۔ "میں وہاں رہ کر جو کالاسنا نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اپنے آپ سے خوف آتا تھا کہ کہیں میں اپنے وعدے سے پھر نہ ہاؤں' تمہیں بھی کمزور لگے میں ایسا کچھ کر بیٹھوں کہ پھر بابا سے نفرت ملا پاؤں۔" وہ میں نے پاکستان آئے کا فیصلہ کر لیا۔ بابا بہت خوش ہوئے تھے۔ "تم ہاؤ! ہم بھی جلد آجائیں گے۔" بابا کا ہائی پاس ہونا تھا۔ اماں نے صرف اتنا کہا۔ "میرا دل تو درد بخت ہو جائے گا نا! احسن صاحب! آؤ حواہاں۔ یہاں رہے تو صیب کا خیال' وہاں ہوئے تو اس کی روپ۔" "خندہ ی خندہ ی سائیں تو قہم ہی بھرتی نہیں' حالانکہ میتا سکھ حاشی نے تمہیں دیا' اتنا۔۔۔" بابا! اماں سے مہرہ ہے تھے' لیکن میں سوچ رہا تھا' اور جو میرا دل سخت ہو گیا ہے۔ وہ بابا نے میرے سمد سے پدہا توڑ تھا۔ "پاکستان ہمارا پیدار ملک ہے' ہمارا اپنا۔ وہاں کا کچھ بھی اجنبی نہیں ہے' صیب! تم وہاں کچھ نہ بھی کرو تب بھی اتنی جا امید اور زمین ہے میری وہاں کہ گھر بیٹھے ماری زندگی کھاتے رہو' صرف اسلام آباد کے جنگلوں کا ہی کر اہ کائی ہے۔"

دو سمجھ رہے تھے کہ میں اس لئے افسردہ ہوں کہ مجھے اپنے مستقبل کا خوف ہے۔ میں نے عمر کے اٹھارہ سال پاکستان میں گزارے تھے۔ مجھے بھی بابا کی طرح پاکستان سے بہت محبت تھی۔ اگر کوئی پاکستان کے متعلق غلو بات بھی کرتا



تھا' تو میرا جی چاہتا تھا کہ اس کامنہ نوج لوں، ہر آئی کہاں نہیں ہے' اور یہ برائیاں پیدا ہونے لگیں کہ تھیں؟ میں جوں جوں ٹھہرا ہوا تھا' تو صرف اس لئے کہ جو نے مجھے ان دیکھی نہ نچروں میں ہانہ ہر کھا تھا' اور اب جب میں نے یہ زنجیریں توڑ دی تھیں' تو پیچھے مرکزہ دیکھا۔ اسے اپنے ہائے کا بتایا تک نہیں' لیکن بتاتیں اسے کیسے پتا چل گیا تھا۔ جب میں بورڈنگ کے لئے بارہا تھا' تو میں نے لاؤج کے پیچھے کے پیچھے سے اسے دیکھا۔ وہ متوکل نچروں سے ادر ادر دیکھ رہی تھی' پھر جیسے اس نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ ہاتھ داری تھی' وہ درستی تھی۔ میں نے اس کے ہوتوں کو ہتے ہوئے دیکھا۔ شاید وہ کچھ کہہ بھی رہی تھی۔ میں تجزی سے آگے بڑھ گیا' اور پھر کہتے ہی دن خود کو سمجھا سارا۔ میں نے کب اس سے کہا تھا کہ میں اس سے شادی کر دوں گا' ہمیشہ اس کے ساتھ رہوں گا' ہم تو بس دوست تھے۔ اگر صرف دوست تھے تو پھر اسے بتائے بغیر کیوں بھاگ آئے؟" کوئی میرے اندر سے ہی مجھے ہٹو کے لگتا' لیکن بہر حال میں نے خود کو سمجھا لیا۔ بابا اور اماں بھی بابا کے پاس کے بعد آئے تھے۔ میں نے کینک بنایا تھا۔ گو میں کوئی خاص کامیاب نہیں تھا۔ دراصل تب ہمارے ملک میں نفسیاتی عوارض کا علاج کرانے کا کوئی خاص رجحان نہ تھا۔ ایلو پیتھک علاج سے ناکام ہو کر خود بخود ہی یہ فرض کر لیا جاتا تھا کہ جاوہرے یا جنات کا اثر ہو گیا ہے۔ گویا بھی حالات کچھ زیادہ سہل نہیں ہوتے' تاہم پہلے سے بہتر ہیں' اور وہاں تو مریموں کا تاننا لگا رہتا تھا

جیسے ہر ایک کو نفسیاتی پر ایام تھا۔ اپنے ہی گھر میں عرم و مشقوں سے خرفروہ بچیاں' تنہائی کا شمار بوڑھے' شوہر کا نکل و برداشت کرنے والی بیویاں' شادی کر کے گھر ہمارے اور ماں میں کہلانے کی خواہش مند عورتیں۔ عرض اس ترقی یافتہ ملک میں نفسیاتی مریموں کی کمی نہ تھی' لیکن یہاں میں سارا دن تقریباً فارغ بننا تھا' تب میرے دوست ڈاکٹر مظہر حسین نے مجھے مشورہ دیا کہ میں فٹنیں پاس کر دھار لارہ طور پر جوان کر لوں' نہیں تو میری صلاحیتوں کو رنگ لگ جائے گا' میں بہت بلد استہزاءں گا۔ مجھے مظہر کا مشورہ پسند آیا تھا۔ وہ خود بھی نفسیاتی عوارض کا معالج تھا' اور گلبرگ میں اس کا کلینک تھا' اور وہ خاصا معروف بھی تھا۔ اس کے توسط سے ہی کچھ مریمیں میرے پاس آئے تھے' جن میں دو انجی میرے زیر علاج تھے۔ ایک سبز ملک محسی مل اورنگی بیوی۔ اس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس کرنے کو کوئی کام نہ تھا۔ بچے جوان تھے اور شوہر محسی اور لڑکی میں دیکھی لے رہا تھا۔ دوسرا ایک عورت آفیسر جو بیوی اور ماں کے درمیان ٹھن چکر پتا ہوا تھا۔ ماں کے پاس جاتا تو وہ بیوی کے خلاف بولتی اور بیوی ماں کے اس کے ساتھ

سنگ کے دوران مجھے ماشی مچالی کا خیال آیا اور پھر 'جوکا' لیکن مجھے تو بابا سے کیا وعدہ نہمانا تھا۔ فائنل ہاؤس جوائن کرنے سے مجھے ایک معروفیت مل گئی تھی۔ میں فائنل ہاؤس جانے کے لئے ہی اپنے فینک سے نکلا تھا جب میں نے ملائکہ کو روکے دیکھا تھا۔ ملائکہ ہانچتی تھی اور میں وہیں کھڑا تھا۔ میں سر جھٹک کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ میں جب یہاں سے گیا تھا تب کے ادب کے پاکستان میں بہت فرق آچکا تھا لیکن صرف اتنا فرق کہ پیسے کوئی معصوم بید حاساد اور بیانی پچھ شہر میں آکر ویرانی ہو جاتے۔ بڑے بڑے پلازہ اور مار کھٹیں بن گئی تھیں۔ گاڑیوں کی بہتات تھی آبادی بڑھ گئی تھی۔ نوکریاں کر رہی تھیں اور عاصی پر اعتماد ہو گئی تھیں۔ محی گھر دل میں دس لگ گئی تھی۔ بہت

کچھ بدلنے کے بعد بھی بہت کچھ ویرانی تھا لیکن اب سات سال بعد تو اور بھی سب کچھ بدل گیا ہے۔ اٹا کچھ کہ بھی کبھی میں حیران رہ جاتا ہوں۔ تقریباً ہر گھر میں کیبل موجود ہے 'سروک پد چاہ لگا کر پکوڑے بیچنے والے سے لے کر تیزی بیچنے والا بھی کیبل سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ محلے وہ بچوں کو اچھا لاس یا تعلیم دے سکے لیکن کیبل کی تفریح ضرور مہیا کر رہا ہے۔ میں جب بھی برٹی یا کبھی بھی مار بھٹ کی طرف جاتا تھا ہوں تو مجھے بتا دیتا کہ میں کس ملک میں ہوں۔ لڑکیاں بیٹز اور ٹی شہرے پہنے ہوئے ہوں بے نیاز نظر آتی ہیں۔ ٹاوی زیادتی تقاریب میں لڑکیاں ماتھے پر بندیا لگتی ہیں۔ مجھے یاد ہے ایک بار میری کزن نے اپنے مکان کی کچی پارٹی میں شرکت کے لئے ماتھے پر بندیا لگائی۔ آٹنی نے دیکھا تو ڈانٹ دیا۔ "فوراً اتار دو اسے" تم ہندو نہیں ہو اور ابھی کل کی بات ہے۔ میں اسلام آباد گیا تو ایک دوست سے سنا کہ اب پاکستان میں بارہا دوسرا اور کیمنیوٹا سے جا رہے ہیں۔ ملک کے بڑے شہر میں۔ "کیا ہم میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں رہا؟" میں نے بے اختیار اس مکران کو خراج تحسین پیش کیا جس نے بہت پہلے ملک میں شراب بیچنے پر پابندی عائد کی تھی۔ معاف کیجئے گا یہ میں گن یا توں میں الجھ گیا ہوں۔ میں آپ کو ملائکہ کے متعلق بتا رہا تھا کہ پٹی یار میں نے ملائکہ کو کب دیکھا تھا اور کیسے انوکھے انداز میں آج جب میں اس کی کہانی لکھ رہا ہوں تو وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے۔ گاڑی سے ٹیک لگتے روتی ہوئی اور پھر کھڑکی سے سر اندر کیے چنچتی ہوئی ملائکہ حب اللہ خان کو اس وقت بھی میں بھی روز تک سوچتا رہا تھا۔



مجھے حیرت ہوئی اور چوں سر ہر مکتبی کیوں روکتی تھی، دروازہ عورت جو خود کس کی ماں کہہ رہی تھی وہ سرگرم  
اس کی دس نہیں لگتی تھی۔ اتنی نہیں اور بیگو کندہ عورت کی ماں تھی، دل و دہرہ تیز۔۔۔ بہت سارے دن میں اس  
کے متعلق سوچتا رہا۔ رات کو جب میں سڑیہ لپٹا تو جہاز کے ساتھ وہ بھی میرے تصور میں آئی۔ آخر کیا تھا اس  
میں۔ ماضی کی ایک دکان اور جو تو جو تھی۔ میں سے چاہتے ہوئے بھی بھلا نہیں پاتا تھا۔ مگر کیا کی تھی جو میں نے نہیں  
دیا۔۔۔ دیا ناشی بھائی کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ نہ اپنے مجھ سے بھارتیہ کہ میں پاکستانی ہوں کی  
سے شہرہ کر رہا۔ شاید وہ چاہتے ہوں کہ میرا ہونٹہ پاکستان سے جوڑے۔ شاید یہی تھی کہ وہ نہیں نے پاکستان  
میں ہڈی نہ لگائی تو اذیت نہیں لی تھی۔ بالآخر خوش تھے اور شاید اس لیے تھی کہ میں ان کی خوشی میں خوش تھا اور خود  
کو بھلا تا۔ جتنا کہ میں نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے۔ میرا ایک نصیری دوست عبدالماجد کٹر کچا کرتا تھا۔ پاکستانی مرد  
بہت خوش قسمت ہوتے ہیں، اس نے کہا کہ کتنی عورت دنیا کی ساری عورتوں کے مقابلے میں وہ بھی بیوی ہوتی ہے۔  
ہاں شاید میں بھی خوش قسمت تھا۔ اس نے میرے سنے سنی پند کر لی تھی۔ یہ میری چھوٹی لڑکی کی پیش مر میر سببی  
س کی تعریف کرتے تھے مگر میں نے کبھی دیکھی نہیں تھی۔ "ٹھیک ہے اسان" آپ کو جو پند ہو۔ "رشتہ کرے  
سے پہلے اس سے مجھے بتایا، تو میں سے کہہ دیا، لیکن پھر اس کو کہ فوری طور پر دھرے پاس نہ ہو سکی۔ یہ تو اس  
کے دادا اور بھائی ملک سے باہر تھے۔ سارے کو تھا کہ وہ آپا میں ڈھونڈے مجھے سے مجھے سے بعد فیصلہ کر لیں گے۔

میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں اب کیا کہوں۔ "میں معذرت خواہ ہوں کہ اس روز آپ سے۔۔۔" مہولی بات ہیں۔  
اب کے میں سے اس کی بات ثابت دئی۔ "میری غلطی تھی، مجھے اس طرح آپ کے بدلے بدل معاملات میں دخل نہیں دینا  
چاہئے تھا۔" جب کوئی میری طرح حرکت کرے، سر ہار دیکھو، جو کہ روکنے کی تو۔۔۔ غلطی تو میری ہی ہے۔"  
اس نے دروازے پر نظر میں تھا میں۔ اس کی آنکھوں کا رنگ کبیر تھا شاید برائن شاید گرسے نہیں بلکہ برائن ہی تھا  
اور اس میں عجب سا مضرب ہن تھا۔ اس نے کوئی ایک اپ نہیں کیا تو تھا یا پھر گرتا بھی تو تھا۔ اس کے محسوس ہی نہ  
ہوتا تھا۔ اس کی ٹانگیں بغیر سکارے کے ہی سب سے خوبصورت تھیں۔ اس کے ہونٹوں کے لگائی ہان کو کسی سبب تک  
کی نہ جت تھی۔ وہ آہستہ ہاس میں تھی۔ سٹہ ٹلو۔ قمیص اور ڈاڑھی۔ سادگی میں کبھی عجب ہار تھی۔  
"دور عمل میں۔۔۔" ایک معمول سے دس گھنٹے کے حد سے پھر میری طرف دیکھا۔ "آپ جانتے ہیں" میں کون





بھلائی بھلائی سے سب سے مجھے۔ مجی پیچھے افسوس کی دی کی سوس جوئی مہانی مجی اور مجھے کسی سے نہیں بلایا یا دیکھ  
 ایک کیا حالانکہ اس سے میرے سب مر گئے۔ "تو سکتا ہے مس ملائمہ" ان کے پاس آپ کا ایڈرس ملے ہو لیکن  
 "میرا خیال ہے جب مجی کی دلی دوسے کا ذکر ہوتا ہے" آپ کا نام ضرور آتا ہے۔ وگاہ آپ کا ذکر کرتے ہیں۔

میں نے اس کی تردید کی تو یہ سچ کہ وہ غاموش ہو گئی لیکن مجھ پر بعد میں اس کا پیر کی طرف دیکھا۔ "ڈاکٹر حبیب!  
 آپ نہیں جانتے آپ ہاسٹل میں جاتے ہیں یہاں کے لوگوں کو" ان کی سیاست کو یہ جو پیچھے میں پہنچا دیا وہ اس کے یہ  
 سبب۔۔۔ "پھر وہ منہ کی منہ میں کھینچ کر چپ ہو گئی۔ "پہلے" جس جہت کے ہنگامے انداز میں کرتا تھا۔  
 "دنیا کا تو تصور ہے کہ انہوں نے آپ جیسی باصلاحیت فنکار کو بھلا دیا" لیکن یہ ہنسی "پھر بھی" کو کیوں قتل کرتے پرتی  
 ہیں "آپ؟" "مجھ کو بھی۔۔۔" اس نے دونوں منہ میں لپیٹیں۔ اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ اس پھوٹتی ہے  
 مجھے میری ماں سے نہیں لیا تھا۔ اس وقت جب میں صرف تین ماں کی تھی یا دو تھی۔ میرے باپ نے میری ماں کو  
 غلامی سے دی تھی۔ ماں کے ہاں اسی پھوٹتی ہے مجھے پالا بڑھیا دورہ کہتی تھی کہ وہ مجھے ہٹی ہوئے تھے لیکن اس  
 نے یہ نہیں کیا۔ بھلا کیا تھی مجھ میں ڈاکٹر حبیب! "سچا کوئی کی ہے؟" اور یہ کہ مجی اور ہوسے کمرے  
 میں کیت واک کرتی ہوتی پھر ہنگامہ بڑھ گئی۔ "لیکن اس سے مجھے روک دیا ڈاکٹر حبیب! یوں اس نے مجھے۔۔۔  
 ملائمہ کو روک دیا۔ در پھر میں جی ماں کے پاس جی گئی لیکن پھر بھی سے مجھے روکا نہیں" یہ بار بھی نہیں۔ عذرا  
 نے مجھے روک دیا تھا تو کیا پھر بھی اسے ماں کے کسی بھی لڑکے سے میری شادی نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے  
 دیا نہیں کیا ڈاکٹر حبیب! اس نے۔۔۔ اور یہ پھوٹتی

بہت نام سے۔ میری ماں سے مجھے جیسے وہاں مانتا ہے عروہ کے دن۔ میں سے قتل کرنا پرتی ہوں جی جی  
 حبیب۔" اس نے ڈاکٹر کا ہاتھ خودی بٹا دیا۔ اب انہو سر مٹی جھیلوں کے کناروں سے باہر نکل گئے تھے۔ "ور  
 میں۔۔۔" اس سے مٹھیں جھپٹیں کھوئیں در مٹھیں نہیں بد سے نکالے ہوئے آگے تھکی۔ میں اس کے بالکل  
 مقابل نہیں کے دو مرنی طرف بیٹھا تھا۔ میں سے یکدم نکلیں جھکا میں۔ "میں سوچتی ہوں کہ میں مر جاؤں۔ میں بھلا  
 اب جی کر کیا کروں گی۔ مجھے لگتی ہے آپ سے آپ سے" سہنے وجود سے "جانتے ہو حبیب کیوں؟" میں سے نئی

میں سر ہا دیا۔ "اس لئے کہ اس کیلئے مہمانوں نے مجھے اپنی حویلی میں بند کر دیا تھا۔ پھر ایک ماہ اندر بکھا۔" میں چونکا۔ یہ کیا کہہ رہی تھی وہ۔ "وہ میرے باپ کے خاندان کا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے میرے باپ سے ملو سکتا ہے۔ اس سے میں اس سے ملنے کی حویلی میں گئی تھی اور اس سے مجھے اپنے گھر میں بند کر دیا۔ وہ کہتا تھا اس کے خاندان کی راجہ کیوں میں کی وی ٹیٹھوں پر اور سٹوڈیو میں وہ وہ نہیں چلتی اور یہ سچائی۔۔۔ گدھے۔ انہوں نے کہا میں نے ممتاز ملک سے شادی کر لی ہے اور اب ممتاز ملک سے مجھ کو وہی پر کام کرنے کی پابندی کا دی ہے۔ یہ سچائیوں کی قسم کہتا تھا کہ اس سے میں نہیں چلتی۔ میں یہاں چلتی ہوں۔ مرنے والی ہوں۔" وہ ایک دم زور و زور سے چیخ چیخ کر دوسے لگی۔ میں گھر کے میرے چچے سے مل گیا۔

ریٹس میں ملائے بیڑ۔۔۔ "میں وہ چلی گئی۔ اس سے میرے گھر کے گھر کے گھر۔" تھوڑا بڑا ہو مجھے پھر وہ دے دو کہ میں سکون پاؤں۔ ہدی سکون۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ بے اختیار چاکر کر پنا گھسانا چڑھا۔ "اچھے میں ملائے یہ زندگی تھی اور اب میں ہے کہ سے معقول باتوں پر واضح کر دیا جائے۔ ابھی ابھی زندگی سات سے یوں ہی نہیں کہتی ہے۔" میں ہوسے ہوسے ہوسا تھا۔ اس کے بالکل قریب کھڑا وہ ہوائی ٹیبلٹ کھوسے مجھے سن رہی تھی۔ اس کے ہاتھ سے بڑی مسکراہٹ خوشی ہو رہی تھی۔ اس کی قربت سے میں گھٹنے کا ٹوکہ ماس سے ہاتھ چھو کر چپکے سے چھو۔ "میں نے ملائے" آپ کا مسئلہ کوئی اتنا نہیں کہیں۔ آپ کا زور دینے کی خوشی نہیں ہے۔ میرے پاس سے مر لیں بھی "تو رہے ہیں" جنہوں نے ایک نہیں لگی ہار خود کشی کی کوشش کی لیکن بظاہر خدا اب ٹھیک ٹھاک خوش و غم زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ بھی بہت بعد سے صورت حال سے نکل گئیں گی۔" "چند۔۔۔" اس کی آنکھوں میں چیرت تھی۔ "وہ اس کے چہرے پر ہر غمری مصیبت تھی۔ میں نے سب سے دیر میں اس کے سب سے ہر ہمدردی محسوس کی۔" آپ ایک دین اور خوب صورت لڑکی ہیں اور زندگی جیسا آپ ہاتھوں میں آپ کے سنے پھوں سے منظر ہے۔ ہو سکتا ہے "تو دوسے دنوں میں ایک بار پھر کی وی کی ٹکرین ہر آپ کا

راج ہو۔" اس کی ٹیبلٹ جھٹکنے لگیں۔ "مجھے بھیجئے رشتہ داروں اور میری ہلکوں کے ہر مسکراتی ہوئی وہ بہت چٹھی گی۔ وہ بلاشبہ بہت خوب صورت تھی۔ میں نے دس دن میں اسے مرنا اور پھر میں فاطمہ کو بلا کر اس کی قائل بنائے گا کہہ۔



شیدول بھی ملے جو مچا کہ اس ماہ میری اس کے ساتھ چار سنگڑ ہوں گی۔ سرخٹے سے ٹینک تاجو کا پھر، اگلے ماہ میری سنگڑ ایک ماہ میں دو کروں گے۔ اور پھر ہر ماہ ایک ٹینک حالات کے مطابق اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔

"اوسکے۔۔۔" وہ نہ اتنا جھگڑا رہی تھی اور کمر کھینچی وہ اس کی خوشبو سے متاثر تھا۔ ایک بار پھر میں سے سوچ رہا تھا۔ اس نے جو کچھ بتایا تھا، اس میں متنازع تھا اور کتنی محنت میں میں پاتا تھا۔ نہیں مجھے اس پر ترس آ رہا تھا۔ ایک اچھے بندہ کی بیوی کی لکھی ہوئی کتاب جو رہی تھی۔ میں سے بہت عرصے سے اس کے متعلق نوٹس بنائے اور کافی دیر مطالعہ کرتا رہا۔ بہت کچھ سیکھا تھا اور آجہا ہوتے دن سنا کرتا تھا شاید میں سے اس خود ترسی سے کتاب لیتا، اور شاید وہ کچھ مزید بھی اپنے متعلق بتاتی، لیکن آجہا کی میں پڑا سنگڑ میں اس سے مزید کچھ نہیں بتایا تھا۔ البتہ اس کے بیانات میں کچھ تضاد تھا۔ کیا تھا۔ ایک روز اس نے بتایا کہ وہ جب پنجاب سے مئی تو ماہ سے اس سے کہا۔ وہ پچو بھی کا گھر چلو کر اس کے پاس آجائے اور پچو بھی اس بات پر ناراض ہو گئی۔ ابھی تو وہ پچو بھی کو برا بھلا کہنے لگتی کہ اس کی اس حالت کی وہ دوسرا ہے اور ابھی کہتی۔۔۔ میں اس کا تصور نہیں ہے۔

ایک روز اس نے کہا۔ وہ ممتاز ملک سے محبت کرے گی تھی اس سے اس کے چچے کی تھی اس کی حویلی میں نہیں وہ حویلی کی پاندیوں میں رہنا نہیں سکتی تھی اس سے وہ ایک بلی لگتی تھی اس کے بیانات بدستے رہتے تھے۔ میں اسے نوکے بغیر ہوشی سے ملاحظہ کرتا تھا۔ ایک روز میں سے اس سے پچو بھی بھابھ سے تو میں سے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے سے پاں گیند بٹلی گئی ہے۔ میں روز بہت روٹی۔ "کیا تھا گرو مجھے بھی ساتھ لے جاتی لیکن وہ مجھے ساتھ لے کر نہیں گئی۔" وہ مجھے میں چھوڑ گئی نے اور دیکھے کھائے کھائے۔ "مے میرے لیکر میں آتے ہوئے دو ماہ ہو گئے تھے میں میں ابھی تک اس کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ ایک روز وہ ایک بات کہتی تو دوسرے روز خود ہی سے راز دیتی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ سب کچھ سچ نہیں کہہ رہی ہے، کہیں کچھ حوث بھی ہے یا سب ہی حوث ہے۔ ایک روز ٹینک میں آئی تو بہت جی سٹوری تھی۔ بیو ٹرکی ساڑھی ہاتھ سے بچاؤ دیکھ رہی تھی۔ اس روز کے شیدو میں اس کی سنگڑ تھی۔ میں قہرنا غارائی تھا۔ "تو فارغ ہو جیسا" وہ بہت جلد پ سے تھرہ اٹھی تھی۔ تقریباً "تو ایل نہیں لٹچ کرے میں بھی جی بڈہ۔" آج بڑے دن بعد میری اپنی چاہے کہ میں زندگی کو انجور سے کروں اور تک ڈالو کروں، چھاپچ کروں، گاسے سنوں زندگی

بہت خوبصورت سے، صیب' اور موت بہت بھیاںک۔ " اس نے جھرجھری لی۔ میں اس کے ساتھ لوں یا ہر ہاتھ ہوئے جھجکا۔ وہ ایک معروف اداکار، تھی اور سینڈل بننے دیرتی کتنی لگتی ہے۔ لیکن وہ اداکار ہونے کے ساتھ ساتھ میری مریدہ بھی تھی۔ اس وقت اس کی "ٹکھوں میں جو چمک اور موتوں پر جس طرح زندگی سکارا تھی میں اس سے غریب نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے مددگر چھینے کی "زندہ رہنے کی" سنگ پا کی تھی " تو میں اسے دوبارہ موت کی طرف نہیں دھکیل سکتا تھا۔ سو میں خاموشی سے کھڑا ہوا۔ اس کی گاڑی ہم سے پار گئی۔ میں نے چھوڑ دی تھی " اور وہ میرے ساتھ میری گاڑی میں تھی۔ اس روز وہ بہت خوش تھی۔ اس روز اس نے بہت باتیں کیں " اور میں حیرت سے اسے سنا رہا تھا۔ بہت خوبصورت باتیں کر رہی تھی۔ اس کا ہنسنے کی ویسی تھا " وحیرت انگیز باتیں ہیں کہ میں نے ایک پارٹی وی پر سنا تھا۔ اسے باتیں کرنے اور محاسب کو سیر کرنے کا ہنسنے تھا۔ میں سے وہی دن میں اعتراف کیا۔ " میں "ج بہت خوش ہوں صیب " اس طرح تمہارے ساتھ یہاں بیچ کرنا یہ سب بہت چھانک رہا ہے مجھے۔ " اس نے کتنی ہی بار دہرایا۔ اس بات جب میں بستر پر بیٹا تو میری "ٹکھوں کے سامنے بھی ہر اس کا سر ہر بار " کون کبہ سکتا ہے " اتنی معصوم اور سادہ دلی ٹیڈی کے تعلق رکھتی ہے۔ آئی وہ کتنی خوش ہو گئی تھی۔ میرے ساتھ ہر اس کے ساتھ چلے جاتے تھے اگر خوشی میں لگی ہے تو میرا کیا گیا ہے۔ " لیکن یہ صرف ایک بار کی بات تھی " وہ وہ کچھ پانچ منٹ کے بغیر بھی جاتی

تھی۔ میں مصروف ہونا تو نہیں ہائے کر کے چلی جاتی۔ فارغ ہوا تو ہم باتیں کرتے رہتے۔ میں اسے اپنے مریکہ میں قیام کے دوران خوش آنے والے چھوٹے چھوٹے واقعات سنانا " اپنے مریکوں کے متعلق بتاتا۔ وہ بھی ویسی باتیں کرتی رہتی۔ جی سنبھال کی " اپنے چھوٹے بھائی کا " سار کی " بھو بھو کی " اور اپنے پھوپھی زاد سوتیلے باپ کا بھی ذکر کیا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ بیٹی کے متعلق وہ زیادہ نہیں گفتگو کرتی۔ ممتاز ملک کے متعلق اس نے دوبارہ بات نہیں کی تھی " وہ نہ ہی ہے سگے باپ کا ذکر کیا تھا۔ مجھے خبر بھی نہیں ہوئی تھی " اور وہ مریکوں کی حد سے نکل کر دوستی کے دہے تک پہنچ گئی تھی۔ " تم میرے بہت حقے دوست ہو۔ " جب وہ مصروفیت سے ہتی " انھیں پہچان کر کہتی " تو میں سوچتا کہ کتنی عجیب بات ہے پاکستانی لڑکیوں بھی بڑوں کو دوست بننے لگی ہیں۔ وہ اصل میرے دشمن

میں تو وہی تیرا چہرہ وہاں پہلے کا پاکستان تھا۔ ایک روز وہ مجھے اپنے گھر سے گئی۔ وہ سب اس روز بھی میں اس کے ساتھ  
 رہا۔ یہ سچ کے لئے اس کے ساتھ رہا تھا۔ لیکن مجھے منظر سے لگتا تھا کہ ایک مریض کی نگرانی لاش سے پہچانی  
 تھی جو مجھے ڈیڑھ گھنٹہ منظر سے ڈیڑھ گھنٹہ گئی رہا۔ اسے مریضوں سے متعلق مجھ سے اس کی کوئی بات نہ ہو  
 رہی تھی۔ گھر کی طرف پہنچے۔ منظر کا فیکٹ گھر گ میں تھا۔

یہاں قریب ہی میں گھر ہے۔ "اس نے بتایا۔" تو یہ خیال ہے سچ سچ اس نے گھر کے بجائے تمہارے گھر نہ گیا  
 ہے۔ "دو ایک گھر کو تلاش ہوئی اور پھر اثبات میں سر ملا دیا۔ پھر اسے مسے بعد ہم اس کے گھر کے سامنے  
 تھے۔ گھر چھ تھا۔ لیکن گھر کے دروازے پر تھیں۔ ڈرائنگ روم میں کچھ کچھ کھڑے تھے۔ صوفوں  
 کے کور میں کھڑے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں کھڑے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں کھڑے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں کھڑے تھے۔  
 دیو یو گیم لگائے بیٹھا تھا۔ اس سے ہمیں اس ایک منظر نظر آیا کہ دیکھا تھا اور پھر گیم میں مسہ وٹ ہو گیا تھا۔ پھر سے  
 یہ خوبصورت تھا۔ میری چاہ کہ میں رک کر اس سے بات کروں لیکن وہ نہ تھی۔ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ  
 گئی تو میں بھی اس کے پیچھے نہ رہا۔ "تو بیٹھو صاحب۔" میں اس کو بتاتی ہوں۔ وہ اونہ ہوں گی یہ وہ میں۔ فلم  
 دیکھ رہی ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں کھڑے تھے۔ لیکن کچھ دیکھنے پر۔ میں نے اس اثبات میں پورے ڈرائنگ روم  
 کا جائزہ لیا تھا۔ کابینہ پر بھی کچھ دیکھا تھا۔ اس کے کچھ کچھ کچھ کے کچھ کے کچھ کے کچھ کے کچھ کے کچھ کے  
 ملائکہ کو گھر سے کوئی کچھ نہیں ہے۔ اب جب کہ اسے شوز کا چھوٹے کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ  
 گھر۔۔۔ میں اسے ترقیب کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ میں بھی ڈرائنگ روم کا کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ  
 رہتا تھی۔ آج بھی اس روز کی طرح وہ بڑے بڑے رکوں کے پھڑے پہنے ہوئے تھی۔ جو کچھ بد تیز سر ڈنگ کی  
 سب تک تھی۔ اس روز کی طرح آج بھی میں نے سوچا تھا کہ وہ عورت ماں نہیں لگتی۔ پھر بھی میں حیران تھا۔ دو  
 گیا۔

اس پر ڈیڑھ گھنٹہ میں۔ میں سے آپ سے ذکر کیا تھا۔ "اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔" اس نے ایک چٹائی کی نظر مجھ  
 پر ڈیڑھ گھنٹہ میں۔ "تمہارے تیار ہو گئے۔" میں سمجھی رفیق صاحب سے تھے۔ "بیٹھے ڈیڑھ گھنٹہ صاحب۔" اب وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔



میں بیٹھ گیا۔ مدد نہ ملے، کوچ میں پا کر ملازمہ اس کے کواڑ میں دھپے لگی، جب کہ اس کی ماں مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔  
 ”اچھا کاروبار چلتا ہے؟“ ”جی۔۔۔“ مجھے اس کے سوا ہر جہت مافی۔ ”میرا مطلب ہے کچھ مرعیں وغیرہ آتے  
 رستے ہیں؟“ ”کئی تو عمارت کی ہو ہے، زیادہ پیشکش نہیں ہیں۔“ اس کے چہرے پر مایوسی کے رنگ بہت واضح  
 تھے۔ تب ہی مدد نہ ملنے لڑا کوکسے آیا۔ اب مدد ملے گی جی جی ماں کے ساتھ جو جینے لگی تھی۔ دونوں میں زمین سموت کا  
 تصادم تھا۔ ”گھٹو“ جب وہ بچہ سب مختلف۔۔۔ ناز و غوار، کیا یہ عورت کچھ لڑکی ماں ہے۔ اگر ہے تو مجھے اس کی  
 ماں کیوں نہیں لگ رہی؟“ بلکہ وہ تو سرے سے مجھے ماں ہی نہیں لگتی۔ ”لگن وہ مہنگی نہ نہیں اس سے۔“  
 خوبصورت بچے کی بھی ماں تھی۔ جب مدد لگے بتایا کہ شہر کی بھائی سے اس کا تو مجھے بہت حد حیرت

ہر ایک کی تھی۔ یہ اس کی اس کی "واز تھی۔ "ہتہ یونا" حبیب سے ہے۔ "سے" خود تو روز ہو گئیں

عیش کرتی ہو اور ہمیں اس کا سوا پانی سرائی ہوئی ماش کی دانں اور "گوشت کا شور یہ کھا کھا کر دودھ" شرابی زور زور سے پھٹکے لگا رہتے ہوئے دواور پیہ لگ رہا تھا۔ اس کا جھوٹا ہوتا ہے۔ غل رات پتا سو گئی تھی تو کل رہنے کے ساتھ اس ہوٹل سے کھانا کھا کر گئی تھی۔ "اس نے راز دارانہ انداز میں سرگوشی کی تو میں سے ہوسے سے اس کے گلاب پر چنگی بھر دی۔" وہ تر بنی اس کے دہرے کھوں سے ہوا۔ "یہ تو پتا کتا پتا ہے" آپ "پاکوڑا پتا" دودھ دونوں میں لپٹی ہو جائے گی کچھ" "اچھا نہیں پتاؤں گا۔" میں سے دودھ کیا تو وہ مسکریا۔ وہیں بنی کچھ کچھ کر پھر سے دیکھ کر ہم آئے۔ اس روز صبح کو اس کی گائنی کے پاس ڈراپ کرتے ہوئے میں سے سوچا کہ آئندہ کبھی ملائکہ کے گھر نہیں آؤں گا لیکن پھر دن بعد ہی مجھے اس کے گھر پر ملائکہ۔ اس روز میں

لیکھ پڑھا ہی تھا کہ مجھے اس کاٹوں یا۔ حسیب: میں سیلنگ بلا کھائے والی ہوں۔ "لیکن میں" میں جو بھئی "میں نے گھر اس کے باوجود سیکھ کر خوشگوار رکھا۔" اس مجھے اور نہیں جتنا۔ یہ بھی کوئی زندگی سے حسیب۔ "اس کی آواز بھرتی ہوئی تھی۔" تم میرے پیچھے دوست ہو حسیب "تمہارے خلاف میرا اس دنیا میں در کوئی نہیں۔ اس نے تمہیں مذہب تو کسے پھلنے فون کیا ہے۔ خدا کا حق حسیب! پھر بہت اچھے ہو مجھے یاد آتا تھا۔ "سنو ملائکہ؟" لیکن اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے تین پارہاں اس کا ہر صدمہ لیکن شاید اس نے ریور کر دیا۔ اس سے پتا چلا تھا۔ دوسرے دن کے میں سے لکھنے سے لگا۔ "میرا یہ گاڑی تہی مون کی طرف اس کے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ ملازم لڑکے نے ٹیٹ کھولا تو میں بید جا گاڑی اندر سے گیا۔ پھر گھر پر پہنچا تو وہی وی گاڑی میں داخل ہوا۔ ملازم لڑکا میرے پیچھے تھا۔ "ملائکہ کہاں ہے؟" "اوپر اپنے کمرے میں ہو گئی۔"

یہ حسیب ملائکہ سے ہی رہا ہارتی تھیں۔ میں بھی لکھتا ہوں میز حسیب پر چڑھتا چلا گیا اور پھر ایک محراب کے اوپر بڑھ کر دیکھا۔ ایک ہیڑوہ کا دروازہ میرا تھا۔ میں سیدھا اس کی طرف بڑھا۔ میرا انداز عجیب تھا۔ وہی ملائکہ گائیڈ رہا تھا۔ اس کی گائنی پہنے دو بیڈ پڑ گئی تھی۔ پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ "بھئی پڑھیں سرور" گویا۔ "ملائکہ" یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے ہاتھ مار کر گویا "گر دیکھ۔" "تم حسیب تمہارے۔" "باب میں۔۔۔" میں نے اپنا چڑھا ہوا ساں درست کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "یہ کیا حماقت ہے؟" یہ حماقت میں حسیب یہ

کا۔ جو میں 'ج' کرنے دن ہوں' مجھے بہت پسند ہے کہ یہاں پائے تھو۔ "پاگل ہو تو رہو۔" "میں پاگل نہیں ہوں" بناؤ  
کیا ہے میرے لئے اس دنیا میں۔ کیا ملا ہے مجھے اور میں کس کے لئے جو۔ کوئی تو جو ہو میرے پاس بیٹے کا  
کوئی "سر۔۔۔ کوئی محبت کی "میں۔۔۔ کچھ تو۔۔۔

سر مکی جھیلوں کے کنارے پائروں میں ڈوب گئے "اور میرا دل جیسے ہا پائروں میں ڈوب گیا۔" تم مجھے پناہ دو  
کتنی دوسرا کہ "اور میرے جوتے جوتے قریب بھی بھر رہی ہو کہ تمہارا کوئی نہیں۔۔۔ کیا میں کچھ نہیں۔" وہ کچھ دیر  
میرق طرف لپکتی رہی "پھر اس نے نظروں جھکا کر۔" "مسیب تو۔۔۔" اس نے ٹپکے دکھ کا دایاں گونا دیکھو تھے  
دہایا "اور میرا دل چاہا۔۔۔ میں۔۔۔" تب روز میں بہت دیر تک اس کے پاس بیٹھا رہا اور جب تھا تو اس سے  
دوسرے چہ تھا۔ وہ آئندہ یہاں نہیں کرے گی۔ پھر اس کے بعد بھی دو تین بار اس کے گھر گیا۔ یکساں وجہ تھی  
ہاں جیوں سے گر گیا تھا اور اس کی گاڑی اور کٹاپ میں تھی اور اس سے مجھے فون کیا تھا "درد دار وہ جب وہ دوست  
ہوئے تک سنگ میں نہیں آتی تو میں اس کی غیریت معلوم کرنے گیا تھا اور بتنی بار بھی میں اس کے گھر گیا "اس کی  
ماں کو بوٹی چھینے اور بھڑکیلے اس میں دیکھا میں نے یہ بھی نہ انداز لگایا تھا کہ باوجود تک کلائی کے مگر اس کی  
ہات بہت مانتی تھی "لیکن اس کے رڑ تھیں اور فالابیہ جو اس کی شخصیت میں اچھا تھا اس کی وجہ اس کی ماں کا  
روپہ ہی تھا۔ وہ اپنی ماں سے غلاف بھی کرتی تھی "لیکن پھر اس کی بات آخر میں مان بھی جاتی تھی۔ ماں سے ہات  
کرتے ہوئے اس کا بپا لہجہ نہ رہا تھا "وہ اس سے اس کے میں گنگو گرتی تھی "جس میں اس کی ماں رتی  
تھی۔ مگر یہ پتی ماں سے ایک سوچا ہے "تو شاید اس کی شخصیت کی گریں کھیں جائیں۔ نہیں کسی درد داروں میں"  
لیکن کیسے۔۔۔ ہاں اسے اس ماحول سے ماہر لگے۔ اگر ملا کہ کی

شادی ہوا ہے کسی وجہ سے شخص سے جو سے محبت دے "جو اس کے ساتھ مخلص ہو" وہ جو اس کے درد محبت کی طلب  
سے "تنگی سے وہ خطرہ ہوا ہے تو یہ ہمارا مل زندگی گزارے۔" کبھی کبھی دو مجھے بے حد پتا ہی لگتی تھی اس  
نور۔ ہر جب وہ پتی ماں سے تہہ سچے میں ہوتی تھی تب۔۔۔ لیکن وہ شخص کون ہو سکتا ہے؟ "میرے دل کی زمین پر  
ہر ایک ہی پر خیال آگ آیا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے تو پہنے اس خیال پر میں خود بھی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ کیا میں ملا کہ



سے شادی کروں؟ کیا میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں؟ اور وہ جو "جو میرے دل میں دھرنا مارے" چلی ہے۔  
 نہیں! مجھے مگر اسے محبت میں بندہ روی ہے۔ میں سے "تھی پیاری لڑکی کو صاف ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔" ان دنوں  
 وہ پھر غائب ہوئے گی۔ "وہ دو دن تک لکھتے تھے۔" وہ فون پہ سنتی۔ "پہلے شیدائے کے مطابق سنگ کے سنے بھی۔" "تی"  
 تو میں بھینسا ہوا تھا۔ "سہاگن جو ملا کر؟" "نہیں جیس۔" "وہ لوگ سب ساجو بوجھ دی۔" "سج ڈنیا لچکے کے سنے  
 چو۔" "سج موڈ نہیں۔" دو تین بار گھر گیا تو مجھ سے ملنے میں بیٹھی تھی۔ "مگر سے پہلے پہلو بے بکھرے مجھے ہاں۔  
 "یہ کیا رویت سے ملا کر۔"

ان دنوں گھر میں ایک بار پھر وہاں دربار کے درمیان میری شادی موقوف ہو گئی تھی۔ اس سے کوئی لڑکی دیکھی  
 تھی۔ "جی تو ہے لیکن مرید بھی نہیں۔" اس کا سہرا تھا کہ جہاں لگا تھا کیا ہے قصور اور کریں۔ "پا بھدی  
 نہیں کہ بھالی صاحب اگلے دو دو دن تک آئے اسے اس سے مل۔" "اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے بھائی کے کا پڑاؤں قبول کر  
 لیں۔" "یہ! یہ نہ کر چوڑا اور مل۔" "چچا میں حبیب سے پوچھ لوں" پھر بات چلائی وہ۔ "اور جب اس نے مجھ  
 سے پوچھا تو میرے ہاں ہر موٹے کا نام آتے رہے۔" "نہیں! اس سے بات کرنے سے پہلے مگر اس سے بات  
 کروں۔" "میں سے بات تو اس لیے شادی کر کے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس روز فون میں وہی تو مجھے رہنمائی مل  
 گیا۔ لیکن سے سے کہ میں کب تک چھٹے ایک ہی مکوں میں رہا تھا۔ وہ آج تک بھی خیر سے منسک تھا اور  
 وہ سب خیر تھی۔ "عجب طرح کی تھی۔" شاید وہ ایک بار پھر سوچا۔ "سروس کے سسٹم میں فون میں وہی ہو تھا۔  
 ہو رہی ہے۔" "میں سے سوچا۔" "نہیں۔" "میں گھر چلی۔" "نہیں وہ پھر خود بخود کی طرف سے نہ ہو پائے۔" کتنی  
 مشکلوں سے تو میں سے زندگی کی طرف لایا تھا۔ تو۔۔۔ کیا میں۔۔۔

چند دن پہلے مظہر سے مجھے یہ جانا تھا "روز سوچتی رہتی ہوں کہ اسے کور" "وہ بڑی گرم جوشی سے ملا۔" "سروسے"  
 سے فارغ ہو کر ہر ایک کاٹی ہاؤس میں "نہیں۔" کیسے ہو یا۔" "کے" "تو ہوا کو الٹی میٹ لائے ہو؟" "وہ ہمیشہ کی طرح  
 بے کھٹ تھا۔" "لکھتی نہیں تھی۔" میں سے ہر دو سال بیت گئے ہیں۔ حالانکہ اسے بھانسنے میں مجھ کو دیر لگی تھی۔  
 "کیا ہوں۔۔۔" "میں مسکریا۔" "تو۔۔۔" "میں تو وہ دھچکا لگا چکا تھا۔" "حالانکہ اسے بھانسنے میں مجھ کو دیر لگی تھی۔"

ہے۔" اس سے رد و قہقہہ لگایا۔ یعنی تم بھی تک پہنچی مں "نفری" بڑھانے وں تھوڑی پہ نہیں رکھتے ہو۔" وہ  
 ٹپکی پانک کے خلاف ٹپکی ٹپکی تقریریں کرتا تھا۔ "ٹپکی میر تو نہیں سے مس نوں کو نفری بڑھانی پائے۔ ہے  
 چارے یوں ہی ہر طرف مارے پائے ہیں۔

ٹپکی۔۔۔ "وہ نہیں دیکھ تھری بچہ بی سے وہ ٹنگ دے دی سے کہ یہ آخری ہو گا۔ ویسے یہ لڑکی نہیں شادی کر لینا"  
 چائے۔ "سوچ رہا ہو گا۔" کوئی پسہ کرن ہے۔ "اس پہی سمجھو۔" "ٹپکی ہے" میر فی جان۔۔۔ کہاں ٹپکی؟  
 نوزش بچوں کی طرح آنکھیں مٹا رہا تھا۔ "اب اتھ سے ہے تک ہکا دے ہیں۔" "اس نے میر کی ٹنگ پہ دو موکا جوڑ۔  
 دی پہ ٹالو خانہ بالکل پہلے کی طرح" میں سے اسے سب کچھ بتا دیا۔ وہ بھنگن سے ہی میر۔ والدہ اور دست تھا۔ یعنی تھہر  
 مطلب ہے کہ ٹنگ۔۔۔ ملنگ ٹنگ ٹنگ ٹنگ۔۔۔ ماضی کی ادکار۔ "ہاں یار وہ بڑی مظلوم بڑی سے بتایا تو ہے میں  
 سے تمہیں۔"

بوکا اس دور۔ "اس نے میز پر زور سے ہاتھ مارا۔ "بالکل ٹپکی۔۔۔ جو کچھ تم نے بتایا ہے سہ فیصد جھوٹ سے اس"  
 میں۔۔۔ ممتاز ملک صاحبہ ان کا دور۔ شوہر تھا اور، بچہ شوہر یا۔ "ملا کہ کا بیٹا سے جسے وہ بھائی ٹاٹھ کرتی ہے۔  
 پہلی شادی اس سے شادی کی تھی میں اسے پہلے کی تھی اپنے سہ ماہی سے" اور یہ بچہ پہلی شادی سے ہے۔ "میں  
 رامت جھٹھا تھا۔" "ٹپکی جیسے چاہتے ہو؟" میری آواز گھٹی تھی۔ "میں تو رنجی بہت کچھ جانتا ہوں اور وہی کیسے کی  
 بات تو بڑا صحافی ہوں۔ تمہیں اس ڈرامہ باز لڑکی سے شادی نہیں کرنا پڑے۔ تمہارے بابا تمہیں گوریوں سے اس سے بچا  
 کر نہیں دے کہ تو کالیوں کے جال میں چھس جاؤ۔ ملا کہ کی ماں ایک بھلی عورت ہے۔ وہ تو تمہیں بچ کر رکھا ہے  
 گی اور خود ملا کہ اتنی مضمون نہیں بنی ہر کرتی ہے۔ ہٹی پھوٹتی کا گھر اس نے حال کے کہنے پہ چھوڑ ہے۔ "موت  
 پھوٹتی بھی اس کی ماں ٹنگ کے خلاف تھی۔" میں نے راجہ نواز ش کی ساری باتیں دھیت سے سیک سنیں مجھے مں میں  
 ملا کہ کا کوئی قصور نظر نہیں آیا۔ میں اب بھی سوچ رہا تھا کہ مجھے شادی تو کرنا ہی ہے" پھر ملا کہ سے ہی مجھ سے کہ  
 وں۔ جہاں تک شیری کی بات سے وہ یک پیار۔ ملا کہ ہے مجھے تو یوں بھی چاہتا ہے۔ مگر چہ مجھے نواز ش کی بات پہ  
 نہیں سیں آپ تھا پہ صحتی تو یوں بھی بدوں کا درجہ ہاتھ میں۔ پھر بھی گروا تھا بھی تو میرا فرق پڑتا تھا۔



رہی رہا اور اداس کی بات تو بھلا نہیں کیوں اعتراض ہو گا۔ باقی تو پابنتے تھے کہ میں بھی پاکستانی لڑکی سے شادی کروں۔ اب وہ لڑکی مرید ہو گیا مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ راجہ نورش نے اپنی طرف سے ہر طریقے سے مجھے ملا کر کے ماحوشی کے رادے سے باز رکھنے کی کوشش کی بلکہ مجھے یہ تک کہہ "تمہارے بارہا سے یہ وقت ہو گئے مجھے نہ اذیت تھی۔" حال بلکہ پندرہ دن پہلے تک تو اس دار فقیہ ہمدانی سے بہت زبردست اظہار تھا۔ رفیق ہمدانی ایک بڑا بڑا شخص تھا۔ خود رفیق ہمدانی نے ایک سہانی کو بتایا ہے کہ وہ دونوں عسریب شادی کر کے واسطے ایک تمہارے دنیا میں رہتے ہو میرے بارہا اس کی باتوں سے مجھے بوکھلایا تھا ہم ملنے سے اسے ڈھٹ دیا۔ "یہ تمہاری باتیں ہیں۔" دے ہو۔ پچھلے بار سے میرا مسلسل اس سے رابطہ ہے۔ تقریباً روزی بات چیت ہوتی ہے۔ گروہی کوئی بات ہوتی تو وہ سرور مجھ سے ذکر کرتی اور پھر اسے خواب دور گویاں کہنے لگی تھی ضرورت نہ تھی۔ "خیر تم آج جا کر اس سے پوچھنا۔" راجہ نورش نے بات ختم کر دی تھی۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ میں آج سے پندرہ دن کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔ اور اس سے بات کر کے پھر وہاں سے بات کر لوں۔ سو اس ارادے سے میں وہاں سے میدان گلہ گ چلا۔ شیرنی

وئی۔ راجہ میں تھا۔ لیکن نہ صرف معمول کی وی دیکھنے یا دیکھ کر مجھے کئے کہاتے وہ صوفی پندرہ دنوں پاؤں رکھے یوں بیٹھا تھا۔ اسے کھٹوں سے گروہوں بارہا پہنئے ہوئے تھے۔ درختوں کی گھٹوں پندرہ لگی تھی۔ "بھور۔۔" میں بے تکلفی سے لی وی، راجہ میں چلا آیا تھا۔ کیا ہو رہا ہے پندرہ؟" میں سے اس کے باب بکھرے۔ اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرور ہوئی تھیں اور پلکیں کھلی ہوئی تھیں۔ شہزادہ میرے آنے سے پہلے روٹا تھا۔ "کیا بات ہے؟" کیا تمہارے واسطے پڑ گئی؟" میں نے خوش گوار انداز میں پوچھا۔ لیکن اس سے میری بات کا جواب نہ دیا۔ اور سر جھکا دیا۔ تب ہی اوپر سے پہنچتی ہوئی "وازا آئی۔ ملا کر کی آواز۔" علی کی کی خبر گیری کرتی ہو تو کون سا حرات کرتی ہو مجھ پر؟ تمہاری باتیں تھیں کہ میں تمہارے گھٹتے سے شادی کر لوں۔۔۔ اور پھر تمہاری شادی بھی دینی تھی اور تمہاری بی بی تھا کہ میں کسی کو نہ بناؤں۔ شہزادہ میرے پاس ہے۔ روٹا لی وی سے مجھے پاس نہیں دے سکے۔ میں





وہ تہوار منانا ہے۔ میں جیسے سے لگا کر کھوں گی۔ چنگا کا لگو ہے میرا۔ وہ تو بس بس ہی غصے میں بہہ پاتی ہوں۔ ہاں تو! " اس نے ہر مہینے اس کا غریب دے دیا کرنا مجھے قانع ہے قیر کی کڑ تو اس بچکین جزیرہ مہینہ کی شمشک ہو گا۔  
تو فکر نہ کرنا وہ وہی دے دیا کروں گی۔ " اب وہ انوار سے مل کر انیس باقیں کر رہی تھیں۔ تو زنجی تخی ہند نہ رہی تھی۔ ی سے کچھ سمجھ میں نہیں رہا تھا شاید وہ مستقبل کے خواب دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ایک نظر شہر پار کی طرف دیکھا۔ اس سے مراد متور کھنٹوں میں دے رکھا تھا۔ نینک ب دو چنگوں سے رو رہا تھا۔ میں گچھو دیر تانت اور ہندہ وہی سے اسے دے دیتا ہوں۔ اس بار سے معاملے میں میں پہنچے گا کیا قصور ہے۔ اس عیاروں کا یہ گچھو شاید تہ ہوئے ہوئے انکشاف سے ٹوٹ رہا تھا۔ گچھو تہ۔ میرا اس پار سے سینے سے لگا کر پور کروں تھی۔ ان نینکوں میں اس کے گچھو نہیں کر سکتا تھا۔ میں خاموشی سے بیوی لائی گچھو سے باہر نکلا۔ گچھو پر دو دھڑکے ٹپکے۔ اس روٹی اور ہندہ شاید میں نے مزہ مزہ کا منا۔ شاید محبت اس نے کھد تھا۔ " اسے صاحب! آپ کب آئے گے؟ " میں بھی آیا ہوں۔ " بی بی صاحب! تو گچھو نہیں ہیں۔ " " تمہیک سے۔ " شاید سے میں وہی کی ہوئی ہوگی۔ یہ فکیر مسکراہٹ کو روکتے ہوئے میں محبت سے باہر نکل آیا۔

ہیڈ میں توڑنے بھر کا قیام تھا کبھی وہی پر ہا سکر منظر نے، ٹھیک لگا پر دگر اور ہا لیا۔ جہاں کے بھائی بھائی رہتے تھے۔ "ہو یا رکھ دوں ٹھیک لگا کبھی یہ کہ میں۔" اس طرح یہ کہہ کر تقریباً بیٹنے لگا کہ ہو گیا، جب وہاں آیا تو اس خوش خوشی میری بڑی کی تیاریوں میں مدد و فائز تھیں۔ میرے گھر و لوں نے ہاں گودائی تھی۔ میری واقعی یہی بڑی تھی جس کی رفاقت پہ لکھ گیا جاسکتا تھا۔ دوسرا حال سے اچھی تھی۔ بابا اور اس کا بیٹا ہاں کی طرح غیور رکھتے۔ بابا اور اس کا خوش تھے تو میں بھی مطمئن تھا بابا بھی کبھی اس کا مدد نہ کرنا تھا۔ تو اس میں کبھی کسی اگلی اور اس کو ہی پتا نہیں اس کے بعد یہاں ملائے عیب نہ لگتا اور بھی چلا تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں ہوئی۔ وہ اور اس کا بیٹا شیرنی سے وہ اچھا بھلا میں ملائے سے کبھی نہیں ملے۔ میں سے وہاں شیرنی کے پاس کھڑے سے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے ملائے سے شادی نہیں کرنا۔ رہہ نوڈس صحیح کہتا ہے کہ یہاں مجھے اس سے گوریوں سے بچ کر نہیں رہے کہ میں لایا۔ کے جاں میں نہیں جاؤں۔ ملائے سے کسی بڑی نہیں سے 'بھینی بڑی بابا میرے سے چاہتے تھے' اس پر میرے دل میں ایک ملائے ملا تھا۔ میں اس بڑی کے حالات پہ افسردہ تھا۔ وہ ممکن سے گر میں ملائے سے پھر ملتا تو میں نہیں جاتا بہر حال

میرے دل میں اس کے سنے ایک نرم گوشہ ضرور تھا، مگر ہواؤں کے دور سے روزی مجھے ایک سیکھار میں شرکت کیلئے راہی نہ ہو گیا۔ ڈاکٹر مظہر نے مجھے اس کے سے لگی دن پہلے سے کہہ دیا تھا، اور پھر ہاں کراچی میں ہی دلوں کی ایک کٹھن کی طرف سے میں بورڈنگ مظہر ایک کانفرنس میں شرکت کرنے کیلئے پالیڈ پلے گئے۔

میری شادی کے بعد میں کراچی منتقل ہو گیا تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں بہا کی کافی پائیدار تھی، درود ایک باؤنگ سیکھار میں کراچی بنے تھے۔ یوں بھی وہاں کے ساتھ اس کی سر دس کے دوران پیش وقت کراچی میں ہی گزرا تھا، کراچی آنے کے بعد کچھ عرصہ تک راجہ نوش اور ڈاکٹر مظہر سے رہا، لیکن پھر ٹوٹ گیا۔ ان سات سالوں میں دوبارہ میں چند ماہ کے سے مددگار کے پاس مریکہ بھی گیا۔ جو سے ایک طرف سے شادی کوئی تھی، لیکن دونوں میں جھگڑا رہا تھا۔ جو سے میری ملاقات تھانہ ہوئی تھی، وہ سور سے دل فرید رہی تھی، اپنے متعلق بتاتے ہوئے کہتی تھیں کہ میں نے کچھ سی شادی نظروں سے مجھے دیکھا تھا، یہاں کھانا میں کھنے دن ڈسٹر ب۔ یہ 'میں تو سنا کہ تھی وہ۔ میں سے ملاقات سے محبت نہیں کی تھی، مجھے شاید اس سے ہمہ روزی تھی یا پھر پتا نہیں کیا۔ محبت تو میں نے ہاتھ مارنے سے کی تھی، لیکن عجیب بات ہے میرے شادی کے بعد میں نے جو کتنا نہیں سوا ہوتا تھا کہ کو یہ نہیں کہ میں اپنی زندگی سے مطمئن نہیں تھا یا مجھے کسی طرح کا کوئی پھٹا لگا۔ لیکن پھر بھی کبھی ملا کہ شب دس بجے حیاتا یاد آتی، وہ کو بھی سی زندگی، جس کی زندگی کے ہاں سے کتنے رخ تھے، بہت مہذب اور شائستہ جاٹ درمنہ بیٹ۔ لاد 'مظلوم' ہے میں در تشریف فرما۔ وہ جو کچھ بھی تھی ہر حال میں سے مجھ، نہیں تھا، سات سال گزرنے کے بعد بھی نہیں۔ اب جب کہ میرے دو پیارے پیارے بچے تھے، میری بیٹی جو تھا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میرے زندگی کا ہر سکو دیا ہے مجھے، اگر میری شادی جو یا نہ کہ سے ہوئی تو میں پتا نہ سکون در مطمئن نہ ہوتا۔

کا ذکر کر رہا تھا، ان سات سالوں میں مجھے ملنے کے متعلق پانچ کچھ پتا نہیں چلا، کو کون سے واقعہ سے بھلا دیا تھا۔ کہیں کسی شہر میں میری نظروں سے اس کا نام نہیں گزرا تھا، شاید اگلے چند سالوں میں 'میں بھی اسے بھول جاتا کہ مجھے اپنا ایک روز دینی رو کر کوئی ایک شاپ سے ہاں تیار رہا، نوش مل گیا۔ میرا اوصیان اپنے بیٹے اس کی طرف تھا، ہر سال پہلے کی طرح اس نے چچے سے میری ڈیوٹی پر دعوں کا جواب "سے کیسے ہو گا" "دیار..." میں تو پ کر

۴۰ تو وہ بازو پھیر کر کمر تھا۔ اور پوچھتی دیر بعد ہر ایک ہوٹل میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کو جیتے سانس کی دوا دلا رہے تھے۔ اس نے بتایا کہ ڈاکٹر مظہر اپنے بھائی کے پاس انگلی بند چلے گئے ہیں اور وہ خود دو تین سال سے کیمیا میں سنبھل رہے۔ ”سنگریار“ تو تو ملک سے باہر جانے کے خلاف تھے۔ ”مجھے میرت ہوئی۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے تو نہیں سمجھا تھا۔“ ”میں نے تو نہیں سمجھا تھا۔“ ”میں نے تو نہیں سمجھا تھا۔“ ”میں نے تو نہیں سمجھا تھا۔“

میں دو تین روز حریہ۔۔۔ پھر کچھ دن غاؤں سے کرو پل کیمیا۔۔۔ اس کے لیے درمیان میں تو میں نے ایک بار دیکھ لی وقت نہ آیا تھا۔ خیر نہیں دیکھ لی تھی۔ اور کئی گز رتی سے ”بہت اچھی۔“ میں سے سب سے ”سو دیکھتے ہیں بتایا“ تو وہ مسکریا۔ ”ملا کہ تو یہ نہیں آئی؟“ ”یہاں کا سب سے بار۔“ میں بھی مسکریا۔ ”جی ہاں تو اس سے محبت کرے گا تھا؟“ ”ہاں نہیں۔۔۔ نہیں شاید میں اس کی مدد کرنا چاہتا تھا مجھے اس سے ہمہ دلی ہوگی تھی۔ سے تم محبت نہیں کر سکتے۔“ ”ہاں تو اس کو مجھے بھی اس پر بہت آیا تھا۔ جب میں سے سے میشل ہاسٹل میں دیکھا تھا۔“ ”میشل ہاسٹل؟“ ”مجھے ملا کہ لاگ۔“ ”اے ان دنوں وہ مکمل طور پر دیوانگی کا شکار تھا۔ بعد میں اس کی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ آج کل وہ فائنل کیمیا میں ہے۔“ ”ڈاکٹر مظہر جب یہاں سے گئے تھے“ ”دوسرا قبل تو یہاں اس کی چوہو بھی نے سے ایڈمنسٹر کر دیا تھا اور وہ بھی ملک واپس ہے۔ چند دنوں سے میں نے ایک کئی بہت روز سے میں بڑھا تھا۔“ ”اور شیر۔۔۔“ ”سب اختیار میر سے ہوں سے نکلا۔“

میر مطلب ہے اس کا بیٹا۔ ”وہ پچھلے تو اپنے باپ کے پاس تھا لیکن پھر ملا کہ ان کی چوہو بھی اس سے بھی تھی اور“ ”آج کل وہ کیمیا میں ہے۔ ملا کہ ان کی چوہو بھی کے پاس“ ”میر سے بیٹے کے ساتھ رہتا ہے۔ دو تین بار میری ملاقات ہوئی ہے اس سے۔ وہ بہت مخلص اور خوش ہے۔ میں نے ایک اطمینان بھری سانس لی۔ ہاں میں نے مجھے اس سے نہیں ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی زندگی بعض لوگوں کے ساتھ بہت برکت رکھتی ہے۔ حالانکہ وہ اس کے مستحق نہیں ہوتے“ ”ہیہے حالانکہ محب سے کے ساتھ زندگی سے کیا۔ حالانکہ وہ اس کی مستحق نہ تھی۔ میں نے اپنے دل میں اس سے سے



مگر سہ روز کو بچھینتے ہوئے محسوس میاں میں دراز جب میں سپہ ہتھ پڑھا تو بغیر رادی طور پر میں نے اس کے متعلق شروع سے آخر تک ہر بات سوچ ڈالی۔ میں نے سوچا کہ میں مددگار کی کہانی لکھوں، جیسا کہ شروع میں آپ کو میں نے بتایا ہے کہ میں کبھی کبھی لکھتا ہوں بلکہ لکھتا تھا۔ کبھی بھی نفسیاتی ہمدردی۔۔۔ زیادہ تر میری کہانیوں کا مرکزی کردار کوئی چار فٹ لمبی ہوتا تھا۔ کچھ دن پہلے ہی مجھے میرے میگزین کے ایڈیٹر ملے تھے اور وہ گلہ کر رہے تھے کہ میں سے تو بالکل ہی لکھنا چھوڑ دیا ہے اور میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں لکھوں گا ایک روز میرے بھی کہا تھا کہ مجھے کھانا پڑے۔ میں کھانے کے بغیر آتا ہوں۔ میں سے مددگار سے کہا تھا کہ میں اس کی کہانی لکھوں گا تو۔۔۔ میں نے قلم اٹھا لیا لیکن مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا

لکھوں۔ میں نے ٹینک میں سے مددگار کی فائل نکال لی۔ اس کی کہیں ہسٹری میرے سامنے تھی نہیں پورہ ہائی سٹاک میں اس سے پہلے متعلق زیادہ نہیں بتایا تھا۔ میں تو اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ بدحواسی اور ڈاکٹر منظر پر ہاتھ میرے پاس تو لٹنے کے سے کچھ بھی نہ تھا۔ میں چند اداکاری باتیں اور حوری معلومات۔ اگلے روز نوڈل میرے گھر آیا تو میں نے کہا "تو بعد میں مددگار سے ملنے پاؤں گا تو ہوسکے میرے ساتھ؟" راجہ نے ایک مہربانی نظر مجھ پر ڈالی۔ "مگر اب اس سے محبت کرتے ہو۔" اس نے پوچھا نہیں تھا۔ پورے بیٹھنے سے کہا تھا۔ میں خاموش رہا۔ "اسا و ایسی تھی کہ اس سے محبت ہونی تھی خود نکال دی۔ ایک بار میں نے بھی ایسی محسوس کیا تھا" میں نے خود کو متنبہ کیا۔ ان دنوں میں سے اس کا ایک غریب ہوتا تھا۔ پہنے اظہار کے تھے اور میری اس سے دوستی ہو گئی تھی، پھر میں بھی ہمارا اس سے ملا تھا۔" میں سے اس کی بات ہر تبہرہ دیکھنے ہر اپنا سوا دہریا۔

ڈاکٹر حریف بھی ایک ڈاکٹر نہیں اس میں تھے۔ بہت دیران کے آفس میں بیٹھ کر باتیں مونی رہیں اور وہ سب بات ہر افوس کرتے رہے کہ ہر منظر میں رن کاراں طور پر کام کرتے رہے، مگر اب میسر نہیں ہیں۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں میسے میں دوبارہ کراچی سے آیا کروں گا۔ جس پر وہ بے انتہا خوش ہوئے اور میں شہر مندو بہرہ کتنا کچھ پہنے سے کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے کچھ کرے گا ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا اور اب جو میں سے یہاں میسے میں دو

بار آئے گا کیا تو کیا صرف چند ہند مت سے مغلوب ہو گیا ہو۔ یہ پھر ملامت کو رو نہیں دیتا ہے ہے آپ ا  
سر زبانی۔ بعد ملائکہ کے سے کہیں۔۔۔ اور پھر ہم ذمہ گھر خلیف کے ساتھی راؤ لڈ کے سے گئے، اور وہ مجھے مل  
ہوں گا۔ " اس لئے اس شخص نے۔ " اور پھر وہیں سے گاؤں پہنچاؤں گا۔ " اس کے مل گئی۔ وہ سے دیکھنے کے سے میں  
تو میں لاہور کے سے سمیت ہک کر دیتا ہوں۔ " راجہ نورش سے ملا دیا کہیں ہم بیٹنی رہے ساتھی رہے وہ کھو جاتی  
نظروں سے مجھ پر دیکھتا ہوں۔ صوفی تھا نا اندر تک ترچا سے ولی نظر رکھنے والا کہیں وہ میرے اندر ملائکہ کے سے کوئی  
بہر چند رہا نہ ہو وہ محبت کا نام دے سکتا۔ اور وہ پتا بھی کیسے خود مجھے یہی معلوم۔ کہ میں سے ہر ایک سے محبت کی  
تھی یہ نہیں۔ توجہ میں اس کی کوئی نگاہ ہوں۔ جب بھی میں کہیں پتا مجھے سے سے محبت تھی یا محض  
امردہ کی۔ مل ملاقات سے کے کر تے تک میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری یہی محبت پتا نہ ملے تھی کہیں پتا نہیں  
کیوں ان جیسے ساتھیوں میں جتنا میں سے جو کو سوچا ملتا تھا ملتا کو کبھی سوچا۔

کرچی سے آیا تھا۔ دو کچھ عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی اور دو سب کالانہ کے بچوں ہمارے ہی تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ خوش ہو کر ہمارے پاس پہلی آئی، جب کہ ہوائی خواتین بہ دستور اپنے کام میں مصروف رہیں۔ گو کٹر صاحبہ "او ڈا کٹر لطیف سے قاتل تھی۔" یہ دیکھیں کہ مولیٰ نے مجھے تھپہ مارا ہے اور میرے باپ بھی گھسیٹتے ہیں۔" میں بہت وحشیانہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جھوٹا ہوا۔ کربا بھل چلنے کے سے عزم میں! کٹر لطیف سے شکایت کر دی تھی۔ میں قاتل بھی اس کے بچہ جیسے اس ادا از ہذا تھا۔ "جنگ بھی میرے سوتوں پر مسلک اہل آگھی۔" سیدو میری صاف لگتی ہے جو اس سے مجھے مارا۔" میں نے اس سے کہا تو سب نے لگے۔ میں نے غلو تو نہیں کیا، ڈا کٹر صاحبہ! وہ میری ماما تو نہیں ہے۔ مارتی تو صرف ماں ہے نا۔" وہ ڈاکٹر لطیف کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پاگلوں کی مخصوص سی چمک تھی۔ وہ اس وقت بہت قاتلہ رحم رکھ رہی تھی۔ میرے اس کو بیسے کسی سے منگی میں ہے یا۔" جن دنوں یہ مکمل طور پر حواس کھو چکی تھی، "تو اس کی ماں اسے بہت مار کرتی تھی۔" راجہ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ وہ ڈاکٹر لطیف سے شکایت لگا کر وہاں جا چکی تھی اور بڑی مختصر سی پکی جگہ پر جا کر بچوں ہمارے ہی تھی۔

میکو و س کی سگی ماں تھی؟ میں نے راجہ سے پوچھا۔ ”ہاں۔۔۔“ ”تو اس کی ماں نہیں لگتی تھی۔ عجیب جابل“

نی عورت تھی۔ جب وہ دروازہ کھلی تو اس کی سچی ماں ہی تھی۔ "راہو سنو میری بات کاف دق۔" "میں سے اس کے متعلق پوری تحقیق کر لی ہے" کیونکہ میرے پڑوسی نے کہا تھا کہ میں اس کے متعلق کہانی لکھوں۔ "راہو اخبار میں کام لکھنے کے علاوہ ایک میگزین سے بھی منسلک تھا جس میں مشہور شخصیات کے حالات زندگی چھپا کرتے تھے اور میگزین کا یہ شعبہ جہ کے پاس تھا۔ کہاں کے انداز میں لکھ لکھا سب سچی ہو سکتا تھا لیکن اسے تھوڑی بہت رنگ آمیزی بھی ہو لیکن راجہ کہتا تھا کہ سب سچی ہے اور ایک کہانی دو میگزینوں کی تحقیق کے بعد لکھتا تھا۔ تو قلم سے دو کہانی لکھی۔" "میں سے تجھے پوچھا۔" "آہ۔۔۔ لیکن مکمل نہیں کر سکا۔ میں ایک دو صفحات رستے تھے۔ مجھے پہنچا ہاں سے لاپتہ قلم میں میرا۔" "تو وہ کہانی؟" "مڈی ہے میرے ہاں اسے کہتے ہیں" "اچھا" "میں نے اس کا قصہ معلوم ہے کہ قلم کے متعلق سب کچھ جانا چاہتے ہو" "ہاں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔" "دوسرا کیا۔"

قرطوبہ لکھنے سے دو راجہ دو میری پیشکش تھی میں نے مجھے سب کچھ بیان کیا تھا اس نے غلطی نہیں ہے۔ "تم" کہتے ہو تو اس جتنا کہ۔۔۔ "جسے ب کے ہی مسکراہٹ چھپانی۔ میں جیڑ ہو کر ڈکڑ لٹیت کی طرف دیکھنے لگا۔ تو اس دوران پہلے ہیشت کے ساتھ قلم میں مصروف ہو گئے تھے۔ "پلے۔۔۔" مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر ہنس نے کہا۔ "آپ کو ایک مہینے سے ملواتا ہوں اس کی کیس برائے مجھے آپ سے ڈسکس کرنا ہے۔ خاص طور پر آپ کی توجہ چاہئے میں سے کہتے۔" "ہر جیسے پلے اس کے کام سے گزیرے۔ کچھ غلطیوں میں رہیں۔ ایک دوسرے سر تھا کہ ہمیں دیکھا وہ پھر کھڑی ہو گئی تھی اور بڑا بڑا حریف کے کھاسے رہے تو ریش کو دیکھ رہی تھی۔ "تو کون ہو؟" "یہ ایک صحافی سے اخبار میں لکھتا ہے۔" "اچھا۔۔۔" وہ پھوں دیکھ پھٹک کر تیر کی طرف اس کی طرف پکی۔ "سنو تہ اخبار میں لکھنا کہ میں پاگل نہیں ہوں" بالکل ٹھیک ہوں۔ انہوں نے مجھے ایسی ہی سادہ بند کر رکھا ہے۔" میں سے رہے تو اڑش کی ریتیں منجھی میں چلوں تھی۔

اچھا۔۔۔ اچھا لکھیں گا۔ "لیکن میں لکھوں تمہارا نام کیا ہے؟ کسی سے بند کیا ہے تمہیں۔" "میرا نام جو میرے۔" "اس سے روٹی میں کہا" اور پھر۔ جی "تین چھوڑ دی۔" لیکن یہ دو ممبر ہے میرا نام۔ "وہ نہ سوچ نظر اس سے ڈاکٹر عیض کو دیکھنے گی۔ میں سے بہت قریب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی رنگت سائون کی ہو رہی تھی ہاں روکے دور



م جھانکے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے گرد بکیر میں پڑ گئی تھیں۔ دھڑکتے ہوئے جسم پر "مولا مولا" جیہ افتخار میرے بوسے سے لگا۔ "مولا مولا۔۔۔" وہ ایک وہ خوش ہو گئی۔ لیکن پھر فوراً ہی اس کی آنکھوں میں ٹھنک نظر آنے لگی۔ "نہیں تمہیں میرا نام کیسے پتا ہے؟" اس کے آنکھوں کے اور چہرے کے ثبات پسند سے تھے ڈاکٹر ٹیٹ نے سوئے سے اس کا کندھا تھپکا۔ "میں نے بتایا ہے اسے۔" ڈاکٹر ٹیٹ ہمیں سے گرائے بڑھ گئے۔ میرا بچہ پاپا میں مڑ کر اسے آنکھوں سے وہ شاید مجھے بچا بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں بچوں کے "ماتے بھرتے اور ڈوبتے دیکھے ہیں۔ کیا یہ اچھی علامت نہیں؟

ڈاکٹر ٹیٹ سے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا کہ بہر حال وہ بتا جانتے تھے۔ اس کے ٹھیکہ ہونے کا پھر سسپینس کن مہل میں سے۔ میں یہاں بیٹھ آیا تھا۔ میں اس سے بچوں ملنا چاہتا تھا۔ میرا اس سے کیا رشتہ تھا۔ سات ماہ پہلے دو میرے پاس مہینہ کی حیثیت سے آئی تھی درمات ماہ بعد میں یہاں بیٹھ دوڑ پڑا آیا تھا۔ اس خوش و خوش سے بیگانہ لڑکی سے مجھے میں سوچتا ہوں۔ رجب خوش گاہے گاہے ایک گھری نظر ڈال دیتا تھا۔ لیکن اس سے کہا نہ تھا۔ "نہیں وہاں جب دو مجھ سے رخصت ہو کہ گاؤں کی طرف چلا گیا تھا۔ اور میں سڑکوں کی طرف تو اس سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں مولا کے ساتھ ممد رانی ملے گا۔ اس کے بڑھ جانے کے بعد رانا ان اس سے ہٹا کر ہو۔" چٹا نہیں وہ کیا سمجھ رہا تھا۔ "کیونکہ نہیں سے۔ چلا گیا۔ اگر اس کو تو سات ماہ پہلے مجھے اس سے ممد رانی کرنے سے کون روک سکتا تھا۔" اور "میں سات ماہ پہلے اس سے شادی کر دیتا تو پھر شاید۔۔۔ شاید وہ اس حالت تک نہ پہنچتی۔" ایک چمکتا سونے کا احساس میرے اندر دور تک پھیلنا ہو مجھے بے حجب افسردہ کر گیا۔ وہ یہ احساس بھی دن تک مجھ پر حاوی رہا۔ حتیٰ کہ میرے بھی محسوس کیا۔ "کیا بات سے علیحدہ" آپ کچھ پریشان نہ رہے ہیں۔ "میں تو۔" میں نے حیرت سے میرے کو دیکھا۔ "میں پریٹ تو نہیں سوچ پا رہا ہوں۔"

پھر کیا بات ہے؟ "میرا بیوی سواہی نظر میں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔" آپ بہت ناخوش اور افسردہ سے ہیں۔ "جب سے لاہور سے آئے ہیں بلکہ ابھی بھی کئی روٹی سے کہہ رہا تھا کہ وہاں شاید یہاں میں 'خوردہ' کرو۔" اسے آپ کیا کہیں گے؟ "اوو گاؤں" میں سے دونوں آنکھوں سے سر تھا ہوا۔ "میرا رجب کچھ کہہ رہا تھا کہ میں ملاکہ کی ممد رانی میں اپنی

لائف غراب ڈکروں۔ "تاجیہ با حبیب! ہم سب آپ کے میں اپنی پڑیٹی بھروسے ساتھ شیر کو نہر۔" تاجیہ  
 کچھ بھی نہیں جانتا "میں نے خود کو سن لیا۔" لاہور میں ورہل میں ڈاکٹر ٹیٹ سے وعدہ کر دینا ہوں کہ پیسے میں  
 ایک یا دو چکر لائیں ہاؤس کے رضا کارانہ طور پر لگیا کروں گا تو میں اسی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ کیسے نبھانے کا  
 وعدہ۔ "مریم کے موٹوں پر مسکراہٹ کھل گئی۔ "اگر یہ احساس بھروسے خوب سے سے تو بہا اور اماں جان دو سنتے  
 تک وہیں رہے ہیں اور اگر پیسے کے زیادہ کا خیال ہے تو حبیب! یہ ماں دودھ تو سب کس رو جائے گا اور پھر  
 بھروسے پاس کتاب ہے کہ ہر ماہ ہر ماہ نو سو روپے کے سے خرچ کر سکتے ہیں۔ فی الحال سب کی لائٹ سے جا کر ٹاڈہ کو  
 "تو یہ کہیں باہر امیر اس کے آنے کے بعد رکھا پڑے تو کب بھی مانگیں۔"

نہیں! خیر پیسے کا مسئلہ نہیں۔ "میں ضرور مندوں ہو گیا۔" میں نے خود کو بھڑکاتو کی تھی۔ بہر حال بہا اور اماں جان  
 آسے ہیں تو پھر کوئی پڑیٹی نہیں۔ "میں مسکرا دیا۔ "مریم! تم بہت چچی ہو اور میں بہت خوش قسمت  
 ہوں۔" یہ بات میں بھی سمجھ سکتی ہوں۔ "وہ بھی شاذ و نادر کی طرح چمکتی ہوئی باہر بٹل گئی۔ بلاشبہ دو ملائکہ اور  
 ہاتھ سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس کے دل میں پیسے اور دولت کی ہوس نہیں تھی۔ وہ بڑی نئی کھسے دل سے خرچ کرتی  
 تھی۔ مداموں سے ڈکھ سکھ میں شریک رہتی اور مددگار کو دولت لانا ہی تھا۔ وہ مختلف حیلوں بہاؤں سے چھوٹے بھروسے  
 خرچ کر دیا کرتی تھی۔ اس نے جو سنے ہیں بار کے ایک بار بھی نہیں دیکھیں کی تھی اور پیسے کی حرص تو جو میں مت  
 تھی پھر بھی پتا نہیں نہیں دل۔۔۔ اور دل کی شرارتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔۔۔ یہ کہ پاس پیسے کی کمی نہیں ہے  
 اس لئے اسے ہوس نہیں ہے پیسے کی اور وہ دونوں۔۔۔ نہیں ضرورت تھی پیسے کی اس نے ان کے دل میں حرص  
 تھی لایا تھا۔ "میں خود بخود مواخذہ کر جا رہا تھا اور نہیں اس مزے سے بڑی کر دیتا تھا۔ یہ محبت بھی عجیب ہوتی  
 ہے۔ محبوب کے غلام کو صحیح کہا اس کی ریت ہے۔ مریم مٹھن جو چچی تھی میں اس روز بچوں کو ساتھ سمندر پار سے  
 گیا۔ دروہی پہ کھانا ہر جی کھا کر گھرا تو وہاں بہت ہلاکت لگا رہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر ٹیٹ کو فون کر کے ہر ماہ کی چند  
 اور تانیں تارچہ بادی تھی اور سوچتا رہا تھا کہ مالا کے کس کی فائل بھی ساتھ سے جاؤں گا۔ اس طرح بہائی دروہی  
 کس سفر کی گئی۔ اس کے اہل کی گتھیاں سمجھ سے میں مدد

مے کی، دیا جان اور اہل جان امریکہ سے آگئے تھے، اور میرے ماموں چاہنے میں، ابھی کچھ دن تھے کہ کہیں سے راجہ  
 نے ملائکہ کی کہانی سنی تھی۔ راجہ نے اپنے مخصوص انداز میں حقیقت کو کہانی کا روپ دیا تھا۔ یہ سب کچھ ہے  
 عجیب "اس سے لکھی تھا، وہ سب کچھ میں نے پڑھا۔ میں نے مولک سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کی کہانی لکھوں گا،  
 لیکن میری کچھ میں نہیں تھی، کہ میں اس کی کہانی کہاں سے شروع کروں۔ وہاں سے جہاں میں بارود مجھے ملی تھی،  
 یا پھر وہاں سے جب اس سے ملک شہر اندھاں کے کٹر آٹھیں کھولی تھیں، لیکن پھر اس کے حد کیا لکھوں گا۔ اس  
 نے تو مجھے سب سے ہاشمی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں بتایا تھا، لیکن سارے نوازش کی لکھی ہوئی کہانی میرے سامنے تھی۔  
 میں جب لپٹکے تھے تو ساری کہانی بڑھ چکا تھا، اور یہ ساری کی ساری کہانی اس طرح آپ کے سامنے ہے، میں  
 نے اس میں کچھ رد و بدل نہیں کیا، بلکہ ساری کی ساری کہانی آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ مولک سے زندگی میں  
 علیحدہ سرزد ہو میں، لیکن پھر بھی یہ سب پڑھنے کے بعد میں سے اس سے اپنے دل میں غرت محسوس نہیں کی،  
 بلکہ وہ جو میرے دل میں ایک نرم گوشہ تھا اس سے "اس کا گرد از پے سے بڑھ گیا تھا، شاید اس سے کہ میں اس  
 سب کے سے سے قصور و غم نہیں سمجھتا یا شاید اس سے کہ راجہ نوازش صحیح کہتا ہے۔ مولک سے محبت کرنا خوب اور  
 محبوب کا انداز بھی صحیح لگتا ہے۔ یقیناً آپ کو میری طرح تجس خوب ہو گا، اس سے میں آپ کو زیادہ دلور امتحان میں نہیں  
 داتا۔ آپ مولک کی کہانی پڑھیں گے، راجہ نوازش سے

ملک شہر لہ خان سے بہت خوشگوار مولک سے ساتھ بیڑہ روہ میں قدم رکھا، تو تیز خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ انہوں  
 نے بر سر منہ بنایا۔ اس کے بار بار منہ کو سے کے باوجود پتہ نہیں کیوں سنا، یہ ابھی ہی تیز خوشبو نہیں سمجھ کر تھی  
 تھیں، حواس کو ہر جہد کر سے وہ دروازے کے پاس ہی کھڑے کھڑے انہوں سے دائیں طرف لگا دی۔ سنا  
 ڈرنگ ٹیکس کے سامنے کھڑی تھی، جھلملاتے ہوئے "تیش گلانی سوٹ میں۔ سے پیسے ہی بھر کیسے وہ جیتے جاتے  
 رنگ پند تھے۔ ان رنگ کی ٹاپ ملک میں حوٹ رنگے اب وہ مسکا، لگارتی تھی۔ "تیش گلانی رنگ کے سوٹ پ  
 مہر سے تاروں سے بنے جھلملاتے چھوٹے نہیں زہر تھے۔ یہ۔۔۔ یہ کیا ہے سنا، پیغمبر، یہ کیا ڈرنگ پند ہے آپ  
 سے؟" سنا نے مزہ کر کے لکھ لکھ پڑاؤں۔ "آپ ہاں میں کیا خریدی ہے خان؟" "کب از میں جہاں سے میں  
 وہاں یہ ڈرنگ میں چل سکتا، کوئی سویر ساڈر میں نہیں، بلکہ چکن کا اور گرسے سوٹ میں میں جو آپ سے کرتی تھیں



لکھا ہے۔ شاید آپ کو بھی میری طرح اس سے ہمدردی کی محسوس ہو یا پھر مدد اور منہا تھوڑو کروالائے گا

میک اپ کریں۔ " "لو، بھی کوئی فکشنوں میں پھنسے ہوئے ہے۔ ٹاما و سوہو اور آپ کو بڑ پتا ہے۔ " وہ تھوڑا سا  
 ہنسے۔ "ایسے مجھ سے تو فکشنوں میں ہی جھے لگتے ہیں۔ " "تیوب" میں تو خوب جھکتے ہیں اور میری اس نے جو یہ سہل  
 تارے دے جوڑے دیتے ہیں یہ ضایع تو نہیں کرنے پورے دوہڑ رکایہ سوٹ یا جھاڑ لگ گھل " سے اس  
 سے۔ "ملک ٹھہر جوت پچھتے سے دیکھتے ہے۔ ایک دم ہی نہ ہنسنے لگی ہو گئی تھی۔ چائے وہ کبھی انکس  
 محرق تھا۔ جبہ بھوس نے اٹھ کر غرت ٹائی بیکہ کالائے مانتھا۔ وہ کوئی مشہور منکر تھی بلکہ اس کا دے پہلے تک وہ  
 اس کا نام نہ جانتے تھے۔ یہ فیشن ٹون کا ایک دوست مصنفہ کہہ رہا تھا اور اس کے بے حد اصرار پر وہ دھچکے سے  
 تھے اور یہ بھی ایسے فکشنوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ بھی اٹھتی تھی کئی کی طرف سے اس فیشن شو میں شریک ہوتی  
 تھی اور اسی شہرتی کئی کامیاب کردہ سفید ریس پہنے لگتی تھی۔ میک اپ مین کا ہمارے سے کیا بھی میک اپ سفید  
 بہت ہی ظہور و۔ کرتا مہیا دوہڑ اور بیوٹی گائے کے بون پر دست نہ کے دن پر ڈکڑے تھے " "اڈامیں  
 سوڑتھا وہ ایک ملک اسے دیکھتے جا رہے تھے۔ بلی کی تیز دشتیوں میں وہ کوئی پیر الگ رہتی تھی۔ کوئی سسائی مخلوق  
 لاپتہ رگت بڑی بڑی آٹھیں۔ وہ تو جیسے نہ "نکھوں کے ٹھکانے میں حکومت تھے۔ پاس بیٹھے دوست سے انکس  
 اور متوجہ دیکھ کر بتایا تھا۔ "یہ مہیا لی سے۔ بھی کچھ عرصہ پہلے ہی گانا شروع کیا ہے۔ بھی سچ پتی ایک دوہڑ  
 ہدفار منس دی ہے۔ مید ہے بعد ہی لی کوئی ورید پر ملک رہائی بھی ہو جائے گی۔ " یکایک ان کا

دب چیا۔ وہ اس لڑکی کو پتا تھا۔ ساری دنیا کی نظروں سے بچا کر اسے پاس چھپا لیں۔ ساری سبکی درمندی نظروں سے۔  
 انہوں نے پیچھے مڑ کر ناگوار سے ان نوجوانوں کو دیکھا تھا جو سیناں بھگڑے تھے۔ ان کا ہر سوں سے ڈالی وہ بھی کی  
 رفاقت کی تمنا کرنے لگا تھا۔ درویشی بیٹھے بیٹھے ہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس لڑکی کو دنیا کی نظروں سے بچ کر  
 گھر درپرو روہی کا تحفظ دیں گے۔ "یہ زمانہ شاد" اگر میں تمہیں میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو کیا یہ  
 ممکن ہے؟ " شاد زمانہ چوہا۔ "آگریہ مذق سے تو خیر سے" سبکی مگر قہر سجدہ و مو تو عرض سے کہ یہ لڑکی تمہارے  
 شیڈر لڑکی نہیں ہے۔ " اس سے کیا فرق پڑتا ہے شاد زمانہ۔ " بہت فرق پڑتا ہے۔ میری وادی اتنی ہے کہ بلی

ہا ہے نہیں بھی دوسے دو بہو دیکھو بھان کر اچھے غامدس کی لاؤ کہ اس نے عادی نس کو ہوا ان پڑھا نا جو کاسے۔ " تب  
تواہ شاد زمان کی بات سمجھے نہیں تھے لیکن اب انہیں لگتا تھا کہ شاد زمان نے بالکل صحیح کہا تھا۔ نبوس نے یک نظر  
گورنگ نہیں کے سامنے کھڑی سنا کہ کو دیکھو۔ " اور اس کے لئے۔۔۔ میں نے کھی کی بات رہائی۔

زمان! اس لڑکی کا پتا کرنا مجھے ہر قیمت پر اس سے ہی شادی کرنا ہے۔ " اس کا باپ ایک دفتر میں چھوڑا ہوا  
ہے۔ " شاد زمان نے نہیں بتایا۔ " اور بھائی بھی ملوادیو میں مزدور سے ' وہاں لا کوئی بھی ایک مگر اکاٹھ میں ہے۔ وہ  
نہیں بھائی میں بہت ہے۔ " غارت کوئی جرم تو نہیں زمان۔ " سزا بہت جرم نہیں سے آئین میرے بھائی  
وہ لوگ کسی بھی معاملے سے تمہارے ہمہ پد نہیں ہیں۔ اس لڑکی کی ماں بھی زمانے میں گزروی سکھا کوئی تھی۔ سمجھتے ہونا  
گزروی بھائے کی عورت کو۔ " تو۔۔۔ " ملک محب مدفن نے ہنسنوں چکا نہیں۔ " اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔  
اس کا باپ محنت کر کے روٹی کما رہا ہے با عتاد طریقے سے۔ " لیکن اہم کا بھائی ہے۔ " شاد زمان چڑھ گیا تھا۔ نہیں  
ملک محب اللہ جنہوں نے اپنی ساری زندگی بیجو کمیشن یورپ میں مکمل کی تھی۔ نہیں اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا  
اور نبوس سے بے خبر بڑا زمان دوست شاد زمان کی کوئی بھی نصیحت مننے سے انکار نہ دیتا تھا۔ حتیٰ کہ پائی خاموشی بھی  
نہیں فیصلہ بدستے پر مجبور نہ کر سکی تھی۔ " پانچوں نے ماں باپ کے بعد چار طرح سے قتل کا فیاض۔ کھا تھا۔

غارت کوئی جرم نہیں ہے محب! لیکن۔۔۔ " وہ جوان کے مرنے سے شادی کی بات اس کے لیے ہر خوش چوٹی گئی تھیں  
کہ وہ بھی طرح شادی کے سے نفسی تو ہوئے سنا کے متعلق تھیں جان کر خاموش ہی ہو گئی تھیں۔ " لیکن ویکن کچھ  
نہیں پانچ میرے دل سے ہلکی لڑ میں یہ اسے پسند کر رہا ہے۔ " اور تب کا تھی میں میرا شادی وغیرہ لا کوئی رادو نہیں  
تھا جو مدانی طور طریقے وہ نہ جانتی ہوئی وہ تب اس کو سمجھ گئے گا۔ " ان کا انداز تھی تھا۔ لیکن اب ایک ماں اس  
دن میں دو کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی۔ سائنہ پاپا اپنے گھر کے کام چھوڑ کر دن میں بھی گھٹنے اس کے ساتھ گزارتی تھیں۔  
وہ بالکل نڈھ تھا۔ اس نے بہت کر سنے کا انداز بالکل گھوڑوں جیسا تھا۔ اس کے معاملے میں اس کا دوق سے نہ  
غریب تھا۔ صرف چند دن بعد ہی محب اللہ کو حسرت ہو گیا تھا کہ ان سے زندگی کی سب سے بڑی غلطی سرزد ہو چکی  
ہے۔ صرف دوسرے شکل و صورت دیکھ کر نبوس سے اپنی زندگی کا پتا بھ فیصلہ کر لیا تھا۔ کس قدر حماقت ہوئی تھی

ان سے دور نکلن شاید دل کی شرارتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ شاید وہاں سے اس شادی کے سے اس کے بھائی صادق کو  
 پورا ایک لاکھ روپیہ دیا تھا جس پر وہ خاصا خوش رہا تھا۔ "ٹانوس کے کیریئر کا بھی تازہ ہوا تھا شاید یہ شادی نہ ہوتی تو  
 اس نے ایسے لاکھوں کمانے کئے ہمارے تو ہی مستقبل تباہ کر رہے ہیں آپ۔" جو سامعوں کو کتنے کمانے کئے یہ وہ  
 بہت بہت نہ روئے شکر نہیں کرتا کہ مہن کا گھر میں رہا ہے۔

سطح کے باپ سے بیٹے کو ملنے دے کر بات چلی۔ دی قحی۔ سادگی سے گات ہو تھا۔ ویسے ہی تعریف میں بھی مختصر سے  
 وہ تھا۔ لہذا چند نیکی فریڈنڈ۔ عجب اللہ کے ہوسوئی نہیں پاتے تھے۔ انہاروں میں آئے کہ ملک محب لڑات  
 سے ایک سچی گلوکارہ سے شادی کر لی ہے۔ شادی پر اور ویسے پر اسے پار سے تیار کر دیا گیا تھا اور وہ خیریتا خوبصورت  
 ملک رہی تھی انیس خوبصورتی نہ فکا ہر ہی تو نہیں ہوتی۔ خوبصورتی صرف ترقی و قیامت اور چہرے سے خدو حال کا  
 نام تو نہیں ہے۔ خوبصورتی تو بات چیت، لکھنے پڑھنے کے طریقے، گفتگو ہر شے سے مکمل ہوتی ہے درحقیقت وہاں  
 شدت سے سوچنے لگے تھے کہ سطح بیٹم کا صحت و صورت ہے، نامکمل ہے۔ کتنی ہی بار تو باتوں میں انہوں سے سے  
 سمجھا ہوا تھا کہ دو پاکی توں کو دھین سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ جتنے بدستے رنگ کے پڑے شوخ  
 میک اپ ان کی حواسی میں موٹ نہیں کریں۔ محبت تو اندازہ نہ فوٹو کے بعد ہی کس لگتی تھی۔ اب تو اس رشتہ  
 نبھانے والی بات تھی۔ وہ پچھتاہٹیں ہوتے تھے، سبیں پچھتاہٹیں ال کے نہ پچھتے ڈنک مارتے رہتے تھے پھر بھی  
 حتی الامکان وہ خود کو سب سے نی کو کشش کرتے تھے۔ آخری لڑائی نے پڑا لی۔ سطح ان کے قریب تھی۔ "تو کو  
 تیار نہیں ہونا محب نہ۔" آپ کہہ کر توں نے شاید ایک آدھ ہری بلایا تھا۔ بھائی میں تو غیر قحی نیکیں سب کے  
 سامنے ہوا محب نہ کا کہہ کر تو کہہ کر بدلتی توڑا تھا۔ ایک بار آپ سے لگا تو کھی کھی کر کے نہیں پڑی۔ "تو محب  
 نہ میرا شو ہے یا باپ جو آپ کہہ کر ہلاؤں۔"

میری بلجائی نے بہت بار صادق بھائی کو آپ کہہ کر دیا تھا تو میرے ہانے اور ٹوس دیا کہ تیرا باپ نہیں ہے "   
 خاندان ہے تیرا۔ " آپ باپ ہو گئی تھیں درودا شر مندہ۔ " نہیں میرا موڈ نہیں رہا ہے کو۔ " دو کرنی سے تھک گیا ہ   
 بیٹو گئے اور جھک کر جوستے تارے گئے۔ " تو میں دپے ہی تھی چار ہوئی ہوں۔ " اس کا موڈ غریب ہو چکا تھا۔



"اب ذر گھما شہ لاؤ۔۔۔ باہر سے نکالنا کھڑا اور پھر مجھے بھائی صادق کی طرف سے ہاؤس سے دن ہو گئے دھر گئے ہو گئے۔" "اچھی دو دن پہلے تو صادق دھر "یا تھا۔" "کو" میں تو نہیں مچتی تار۔" میں بہت تھکا ہوا ہوں مطلقاً اور میرے سر میں کچھ درد ہے۔ پیڑ۔۔۔ ان کا بھجہ بہ ستور زمر تھا۔ اس ایک سال میں دن میں کبھی نہیں سے سنا۔۔۔ سے اوپٹی اور میں بات نہ کی تھی۔ مگر کہ نہیں اس کی بہت سی سرگرمیوں پر اعتراض تھا جس میں صادق کا وقت سے وقت کے گچھ کا کچھ نہیں برکت تھا۔ وہ انتہائی لاڈلی آدمی تھا۔ جب کبھی اس سطر سے لگتی نہ محبت سے لکھ رہا تھا جتنا اور ڈھیسٹ اس قدر تھا کہ ملک محب نہ کہے، تو پچھتاتے ہوئے لگتی سے لکھتے ہوں تھی اور اس کے ہانسنے کے بعد سنا کہ نہیں جتنا کہ بھوتی کہ صرف ان کے ساتھ اس کی ٹاڈی کروسیے سے اس کے گھر والوں کا کھتا نقصان ہوا تھا۔

شورابی نے میرے ساتھ ہی کا شروع کیا تھا۔ یہی بھدی آواز میں کہ میرے سامنے پانی بھرتی لھر آتی تھیں۔ "لیکن اب ان کی گندی چڑھ گئی ہے، کھوں کہ رتی ہیں۔" جلد صادق ہنسی کی ضرورت کے سے اسے کچھ مانگا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ وہ صاحب سے اسے دیکھتے۔ کبھی کبھار عورت تھی اور شرمیلیاں کہتی تھیں کہ یہ کچھ اور چارواری کا تھکنا میں کیا تھا۔ "اچھا تو پھر میں بھی جاتی ہوں نہ اتور کے ساتھ۔ اب تخی تیار تھو جی ہوں تو اس با اور بھائی صادق سے مل لوں گی۔" نہیں نے ثبات میں نہ دیدہ وہ سب سے کوئی بحث میں کرنا چاہتے تھے۔ "اچھا تو پھر تین چارہ اور روپیہ بھی دے دیں خرچے کے سے" کچھ میرے پاس میں بڑی بھی لڑائی ہوئی ہے "ساج محل" میں "سب دیکھنے چاہیں گے اور کچھ کھانیں نہیں گے۔" "اب سارے دن وی کی ترپہ نہیں دیکھو کیوں کر نہیں تھکتیں۔" محب لہ نہ ان کے لہجے میں بیزاری تھی۔ "نہ تو لیں نہ دیکھوں تو اور کیا کران۔ گانے پر تو مڑے پابندی لگادی ہے۔ تمیز پر ہانا بھی بند کر دیا۔" گھر میں کہنے کہ ڈھیر ان کام کو سے جی سنا۔" "ہوں نے آگے سے کہا جسے اس سے کسی ان سنی کر دیا۔

چھاپے تو وہاں بھائی صادق بتا رہا تھا بڑی چھٹی فہم ہے "سوال جنت مدت۔" محب اللہ نے خاموشی سے پانچ سو " نکال کر سے دے دیے اور دسٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے ٹائٹل بیڈ پر رکھیں۔ "بیڈ جاتے ہوئے لیکن میں چائے کے

سے بھڑکنے لگا۔ "اس سے ثابت میں سر دے دوںے پیسے کس کرہاں میں رکھے۔ پہنکے بچے سے سرخ رنگ کی نیل وئی جوتی کان اور کھٹ کھٹ کرتی ہوئی ہار جلی گئی۔ محب مداحان کے سر میں ایک ہی درد ہونے لگا تھا۔ آنکھیں موند کر نیکی پر سر رکھ دیا۔ کیسے گزرے گی اتنی مٹی زندگی اور کیونکر۔۔۔ سداۃ نیکی مراد شاہ زہن تھی اور وہ کچھ سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ آپا نیکی کو کشش کر کوئے ہار گئی تھیں۔ محبت کا دہریہ کے ہاتھ کا پک پکد نہیں۔ کہتا ہے ماری زندگی دوسروں کے ہاتھ کا پک کھیا ہے۔ گھر کے کھانوں کا ترہ ہو ہے تو میں آجی تھی منٹے بعد کچھ نہ کچھ بنا کر کھاتی تھی۔ بے قدر تھی تو تو سپنے ہاتھ سے کچھ نہ کچھ بتایا کرو۔" میں۔۔۔" سداۃ پنہمنے آنکھیں پھاڑ کر اہیں دکھائی تھیں۔ "ہاں تیرا پس۔۔۔" لیکن مجھے جس کا نہیں آتا۔

اب وہ پیسے بھی دوست مندعاہاں کی نہ تھی کہ گھر میں یاد رہتی ہوں۔ آپا کو غصہ آ گیا تھا لیکن وہ ضبط کر گئیں۔ سمیا گھر میں کبھی کچھ نہیں پاتا۔ "نہیں۔" اس سے نفی میں نہ ملا دیا۔ "بس کبھی بکھر عید، بقر عید، مکی تو رہتی گھر میں کچھ پس تھا، درد تو ہا۔ رستے ق تمام کھانا، اس سب سے تھیں دس روپے کے چنے یا حبیب منگو ڈا تو ہر گھر بیت بھر کے کھا جاتا ہے۔ گھر میں ایک تو مکی کون مرچوں کا تاجری، ایک ہاندنی ہڈ میں پنکٹیں روپے تو کھاتے ہیں، اوپر سے پکائے کی مصیبت لگے۔" آپا نیکی سماعت سے اسے دیکھنے لگی۔ "اس سب پکائے ہی جاتی تھی گھر میں، کبھی پاپوں سے سادھنیوں اور کبھی بہت عیشا ہوتے تو علو، پوری کھیا جاتے ہیں۔" خیر جو طور طریقے تہارے جھکے میں تھے یہاں تو نہیں چل سکتے۔ محب گو کہ مرچوں دسے کھاتے پکدیں۔ عمر کا زیا دہ حصہ اس نے یورپ میں گزرا ہے۔ اس کی پسند کے دوچار کھائے میں تمہیں کھانا جاتی ہوں۔" مداحان سداۃ نیکی سے کھاتے سے کھاتے اچکاتے۔

یاد رہتی ہے تو اس کو بتا دیاں پکادیا کرے گا۔ "بھیا آپا نیکی کا جواب اس کر سشخہ رو جلی تھیں دلیں۔" محب مداحان بھی شرمندہ ہو گئے تھے۔ "وہ محب مداحان، عمر کے تھیں مداحان اس لڑکی کے وقت، مداحان صاف کر دیتے تھے۔ یہ قحی تہذیبی مینڈل۔" ان کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ بھیا، بھیا سے نہیں سنے خود کو بکھیا تو۔ موزی تو ان کے بچے ہی ہڈی تھی۔ ہاں بھیا سے اس کو بتا جلی تھا کہ وہ ایک صبر زدہ سے ہیں اور پاکستان میں بہت بڑی پڑھتی ہے۔ سبے پاری مغربی عورت، چار دیواری اور تحفہ کو ترسی ہوئی، پیسے کی ہوس سے سب

بھری۔ پاسے جب مدھن لہر مچا تھا کہ نہیں وہاں میں بھی گوری میں توڑ میں کھینچے تو وہاں کھوں کر بنے تھے۔  
 "تو یہ کر لیا آپا اتنا ہے وقت نہیں ہے آپ کا محب 'زندگی کے ساقی کے سنے میری بڑی مختلف کی چوٹ ہے۔"  
 "اور یہ تھی میری مختلف چوٹیں۔۔۔" وہاں سے آنکھیں کھوں کر سامنے دیو رہ گئی بڑی سی تصویر کو دیکھیں جس  
 میں دیکھیں بیٹھی ہوئی وہاں کے ساتھ کھڑی تھی۔ قیامت کی نہ تک جھین 'سینس' کی شکلوں کی سب سے ہاکی تصویر میں  
 بھی واضح تھی اور یہ سب سے ہاکی نہیں کیوں دکھائی دیتی تھی۔ یہ دل یہ مندی کچھ اس کے بھرتی ہی سب دی تھی نہیں  
 اسے دیکھنے وہ پہلے گئے کی۔

ایک مرد جو بھر کر وہ لڑ بھٹکے ملازم اس دوراں پاسے نہ گیا تھا۔ پاسے ہی کر وہ کھینچے کے سامنے پائنتے۔ بارہ بنے  
 تک سلاہ وہاں نہیں آئی تھی۔ یقیناً اسے بارہ کا ٹوڈ کچھ کر وہ جب معمول ایک بنے تک وہیں آئے گی۔ نائنٹ سبب  
 چلا کر وہ سونے کے تے بیٹ گئے اور پاسے سب ہیں بند آگئی۔ انہیں خبر نہیں ہوئی تھی۔ سلاہ کب آئی تھی۔  
 تین پارہ اور توڑی مسلسل ٹیشن کے بعد سچ نہیں بند آئی تھی اور یہ سلاہ خوب اور دو پہلے کا رشتہ کہ سچ وہاں گئے تو  
 فریش سے تھے۔ سلاہ مچھری کی بند سورتی تھی اور سوتے میں وہ نہیں انتہائی معصوم اور بے ظہر دی گئی۔ سب سے پاک  
 آنکھیں خواہد پو تھیں۔ انہی پلکیں رخساروں پہا یہ تھیں۔ کچھ بھر وہاں سے دیکھتے رہے اور گریہ وہاں سے طور طریقے  
 کھوئے جو میرے لئے پسندیدہ ہوں تو زندگی کا یہ سفر اتنا مشکل نہ گئے۔ ہر طانی در بات چیت کے آداب سکھانے  
 کے سے کوئی اچھی یوٹر نہ لیں جو اسے نئے نئے اپنے اندر سے پہننے کا سیدھ بھی سکھاتے تو ممکن ہے بلکہ یقیناً کچھ نہ کچھ  
 بہتر ہو جائے گا اس خیال سے نہیں بڑی تقویت دی۔ چنانچہ ناشہ کر کے وہ بندھے ہاکی طرف ہی پہلے آئے کہ آپا  
 سے بہتر کوئی دران کا درد و خلج نہیں سمجھ سکتا تھا۔ آپا سے ان کی تائید کی۔ "تھیک سے میں دیکھتی ہوں۔" لیکن  
 یہ سب کچھ اتفاقاً نہ تھا۔ ایک کے ایک سے دو دو ٹوکائی نہیں۔ ایک ہڈی کھنکھناتے کھانے کے سے اور دو بھری ایک  
 مار بھرتی تھی لیکن سب سے قلمداد جا رہا تھا۔ اس سے اس سے "کے ہڈی کر دیا تھا۔ وہ کوئی پسندیدہ سونے سارہ لڑکی تو  
 تھی نہیں دیکھنے میں چو میں پلکیں کی لگتی تھی" میں آپا کا نہیں تھا کہ اس کی عمر تیس سے کہ نہیں بلکہ زیادہ ہی جو  
 گی۔ سو بڑے طوے بھلا گیا



بکھتے۔ وہ بچہ غیش سے سب سے بکھتی ہاتھ لگ کر دیکھتی رہتی تھی جب سیدہ ہوتی تو وہی ہینچتا چڑھا میک اپ  
 گھر سے رنگوں کے کپڑے، ہاتھ سڑھی، ہاتھ سڑھی سے بکھو یا تھا، مگر کتاب دی سرخ ہاتھی اور گلابی بی تھا۔ یہ  
 رنگ میں ہر مسئلہ سے نہیں بکھتے تھے۔ لیکن رات کو گھر میک اپ نہیں رہا تھا تھا۔ ان فی دون گھر میں، منی  
 لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔ عجیب و غریب عیوں کے مرد اور عورتیں۔ "کون ہیں یہ لوگ؟" انہوں نے پوچھا۔  
 "ہم سے رشتہ دار ہیں۔" سیدہ کا جواب تھا۔ "یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟" "میں آتے ہیں۔ ایک تو مرنے لگے  
 ہندو ہندو لگاتی ہے۔ میرے اندر کا فکڑ مار رہا ہے۔ میں اس کی تسلی کرنے کے لئے ذرا لگا کر بیٹھتی ہوں۔ صادق تو کہتا ہے۔  
 مجھے گانا شروع کر دینا چاہیے۔ بہت شہر ملے گی۔" "فصل مت بولا کر دیں آپ۔" ایک بات جب پہلے ہو گئی  
 تھی تو۔۔۔ نہیں غصہ ہو گیا۔ توں میں حرج ہی کیا ہے۔ صادق نے بھی کہا تھا کہ ابھی بات صاف کو حد میں منو  
 جیاد۔ ہائے "میں گانا نہیں چھوڑ سکتی ہوں۔" اس نے لاڈ سے اپنا سر ان کے سینے پر رکھ دیا۔ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے  
 ہٹ گئے۔ چہرے پر ناگوار ہنسی تھیں، اور سیدہ کی کوشش میں چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

وہ بے تاثر رہی وہ کہہ رہا تھا میرے گلے میں تو سر خود دوتے ہیں۔ میرے ہاتھ کا ہترے۔ ہر منے ایک گانا گئے گا  
 تھا لیکن بڑی دردناک تھی۔ دیکھتا تھا کہ تلے سے ڈیرے لگا کر۔ وہ لالچ میں موٹی ہوئی وال۔ "مگر یہاں میرے ساتھ  
 رہنا سے سیدہ تو یاد رکھیں کہ چہ لالچو اسباب بھال رہی تھی۔ اور مجھے ان لوگوں کی یہاں آمد بھی پسند نہیں ہے۔" وہ  
 انتہائی سختی سے کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔ "ہوں۔" ان کے ہانسنے کے بعد اس نے کندھے سے جاکتے۔ صادق  
 نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا ہے۔ تیرے پاؤں جم گئے ہیں شانوا، یہ خانہ سناٹا تھا۔ اچھا ہے۔ میں اب تو یہی کر  
 رہی ہوں۔ تیری دردناک لڑائی کی جوڑی بڑی مقبول ہوئی۔ پیڑھی پیڑھی۔۔۔ مارش ہو جائے گی پیسے کی۔ "لیکن اس کے  
 پاس تو خود ہی بڑ پیڑھی ہے۔" گھٹلی سے توڑی۔ وہ پیڑھی تیرے پاس تھوڑا سا۔ مائیک مارش کر دینا پڑتا ہے تجھے  
 پھر تانکے کی توں میں بھائی کا گھبراہٹ کر دینا۔ یہ ہر دو سو سا تانکہ دیتے ہیں۔ ایک وقت کی روٹی بھی مشکل سے  
 پوری ہوتی ہے۔ تیرے پیادے بڑ نقصان ہو۔ دوپار پیسے تو تو کمانی تھی وہ بھی گئے۔

وہ پچھلے ہفتے تو دس ہزار دینے تھے۔ "وہ تو اس کی بھاری میں لگ گئے۔" وہ اور پیسے کال دیتی وہ دروازہ پر لگی

بہاؤ شاہ جاکر اس سے قریب تھا، رہتا تھا۔ وہ پہلے پیسے کا تو کوئی مسئلہ تھا، وہ جتنے ماٹھی عیب لکھ جان کا موٹی سے اس کے حوالے کر دیتے۔ تکلیف دہ بات تو نہ بڑی غلی اور سناٹ کی بے تکلفی تھی۔ خدیو غلی ہر تیسرے چوتھے دن چلا آتا تھا۔ شروع شروع میں تو صادق یا کوئی اور عورت یا مرد ساتھ ہوتا، بعد میں کیسے ہی آئے لگا۔ یہ اسے سناڑ میں عیب نہ کو رہا، نہ ضرور دیتے تھے کہ ان کی عدم موجودگی میں کون کون کیا کئی بار وہ قتل سے گئے توڑ سنگ روس میں وہ موجود ہوتا۔ سناڑ اور اس کے قتلے بیڑہ و سنگ ستانی دیتے تھے۔ کئی بار نہیں سنے ہیں گاڑی میں سناڑ اور اندر غلی اور صادق کو کئی جوتی پہنے دیکھ۔ قتل سے چاک کچی کام سے اٹھنے پر ہوں سنے ایک نام سنگل پر ایک جوتی کے نام چن ڈیڑی اچھی۔ یہ سب سناڑ کے تھے، تھائی تھائی دو تھائی۔ ایک ان تھائی حد سے بڑھی لگاؤ آپا کے ماسٹرو ہڈ سے۔ "مجھے کتا ہے آپا" میرے دماغ کی۔ "کیں پھٹ چکا کی۔" "سب جوتی تھائی دیتے گئے تو اسے بدل دیا پاسے۔" آپا نے ان کا سر سینے سے لگا۔ "اور۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے جھجکیں۔ "لہذا ہمارے خانہ میں ملائی تھائی تھائی بھی جاتی ہے" لیکن خانہ کوہانی سے بچانے کے لئے ضروری سے کہ قریب کو فارغ مردوں۔ کل

تہارے بھائی صاحب بھی تیار ہے تھے کہ کئی کسی دوست کے ساتھ ہو گئے تھے، کھانا کھانے، تو وہاں کسی شخص کے ساتھ ٹھہری تھی۔ وہ اس کے قتلوں کی آواز سناتی جانتی تھیں کہ لوگ مڑھ کر دیکھ رہے تھے۔ تہارے بھائی صاحب تو دروازے سے جی چن آئے، پہلے پکارا، تو قتلہ کو آواز نہ ہوئی۔ "اور وہاں، تک عرق دامت سے ٹھیک گئے۔" "بھائی۔۔۔" نہیں سنے سن کی پھٹی جوتی۔ "کچی کچی سپنے کی جسم کے جسے گوا کاٹا ہوتا ہے۔ ہائی جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے۔" اور جب وہ آپا کے گھر سے گئے تو ٹھہر کر پچھے تھے، اور اس شخص نے نہیں ہت پر سکون کر دیا تھا۔ نہیں سنا، ہاتھ پیسے ہڈ سب بعد ان کے ال بدوہر ہو جہر ہو ہو۔ گھر سے تو غارت تو تھ زانگ روس خان تھا اور سناڑ بیڑہ روس میں مٹی جوتی تھی۔ "غیریت۔۔۔" ان کے کو غل بہ مغزیہ مسکراہٹ بھری۔ "آج تہارے سامنے کاپٹر ٹھیل آیا؟" ملا نے غلہ جاکر آنکھوں سے ہنس دیکھا۔ "آج میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" "آواز میں لاف بہت شامل ہو گئی جہد چہرہ چمک رہا تھا۔ "لہذا غلہ سے نصیب دشمنان کی مر قتل! حق جو گیا۔

خان! آپ بھی ہیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر شرم کے آثار نظر آئے۔ "وہ صبح سے جکڑ رہے تھے خدیو یا تو

میں اس کے ساتھ سڑکی طرف چل گئی۔ روکھڑے کہا ہے کہ میں اس شخص نے دن جوں۔ "سیکھو رو رو؟" ان کا دل  
دھک سے رہ گیا۔ "لوہی تمہیں تو سمجھتی نہیں آئی" باپ نے اسے دیکھ کر "سمجھو تو وہ گئے تھے" نیکن یہ کیا ہو گیا  
تھا۔ اس وقت جب وہ سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ "ہیں۔" انہوں نے بے یقینی سے سے دیکھا۔ اچھی تو  
نہیے سے سے پوچھ کر کہہ دیا۔ "شفت پ۔" انہوں نے ایک ناگوار سی نظارہ دکھائی۔ یہ نہیے کی رند کی گئے ہر  
معاملے میں داخل ہو رہا تھا۔ کیا سے زیب دیتا تھا کہ وہ نہیے کے ساتھ کھڑے پچھا جاتے۔ کد سے سر میں درد  
کی شدہ ہر گئی "دودو انہی باتوں میں سر تھا ہے اسے ہڈیے گونے پر کہہ گئے۔" "اگر تو خوش ہو سے کے  
بچے تو غم۔ وہ اس کے ہنسنے سے غافل "یہ تو خوشی کی ظہر ہے کہ تمہا پائے اسے اور میری اہل کو حتی فکر حتی  
کے سب گزرو گئے۔ کوئی خبر ہی نہیں۔

نہ ملے کرے تو۔۔۔ وہ اس روز میں سے وہی ہی آ رہے لہذا لگائی ہوئی تھی، تو اس میں تو میرے دلوں کو سب پتا چلتا ہے کہ وہ باپ  
 بیٹے کو لایا ہے تو وہ خود دہلی سے چاگ موچا تا ہے اور۔۔۔ "تمہارے لئے سلطانہ بیگم اس وقت بچھڑا کر کھانا مویش جو  
 باپ سے بہت زیادتی کر رہی تھی اور وہ میرے پاس آئے تھے۔ وہ جو فیصلہ کر کے آپ کے گھر سے گئے تھے وہ انیسویں تو بیسویں بچ بچہ حار  
 میں پھنسی گئی کی طرح وہ بے لگاتھا۔ قدرت پروری ہی، نہ صرف یہ اثر انداز ہوئی ہے۔ وہ اپنے اور میرے مرنے والوں  
 سے چلتے ہوئے ہا ہر لڑائی تک آپے' اور پھر بیٹا لڑائی میں پھنس گئے۔ "آپ۔۔۔" بچھڑا بجدی وہ آپ کو کون کر رہے  
 تھے۔ "آپ! اب میں کیا کروں؟" اور وہ اپنے گھر سے گئے۔ بچھڑا پکے جس وقت وہ خود کو "آپ" سمجھ رہے تھے "وہ  
 دیکھا ہو گیا تھا۔" "میرے بیٹے۔۔۔" بچھڑا بھی مت کرو جو صد کرو۔ اب یہی حکمتیں خود ہوتا ہے۔ میرے باپ  
 کے لاش میں مدت بعد ہمارے آنے والے۔ میں بچھڑا کے سے تو میں نے بہت دیا میں کی تھیں۔ "خوشی سے  
 ان کی آواز گانپ رہی تھی۔ وہ اتنی دور سے تھی ان کے چہرے پہ کھلتے رنگ اور "بکھوں میں دیکھتی خوشی کو دیکھ  
 رہے تھے۔" "میرے آپ۔۔۔" ان کی کسمکسی کل گئی۔ اس عورت کے ساتھ کیسے کیسے پاپ۔

”محب میں آتی ہوں دلچسپی۔ ہوں نے فن بہ کر دیا۔ جانتی تھیں کہ میں وقت محب اللہ کو ان کے سہارے ٹی“  
 بہت ضرورت ہے۔ وہ جوان کے گھر سے نکلتے ہوئے ان کے چہرے پر مسکن کے رنگ کچھ سے تھے، وہ جو فیصلہ



کر کے بہت مٹھیں تھیں ' یکا یک یہ کیا ہو گیا تھا۔ ہمیں اپنی حالت میں دقت تھی جیسے سہارنئی کی ٹب دی تھی جو  
 مہر پر پہنچ کر ٹپکی مار رہا تھا۔ وہ لاٹھی میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد تپا مٹھنی کی نوکریوں سے بدق پھندی آ گئیں۔  
 'آپ۔۔۔' نہیں دیکھ کر وہ ہنسنے لگے۔ آپ نے ان کا ہاتھ تھام کر 'اے' کا سر پیٹنے سے لگا کر انھیں تسلی دی تھی۔ 'اسی قریب  
 برداشت کر سکتے کہ تمہارا بچہ اس چھوٹے سے گھر میں ' اس ماحول میں تنہا ہے ' اپنے بڑے۔ " اور وہ جو 'اے' کے  
 آسے سے پتے ہوئے رہے تھے کہ بچہ ہو جائے تو پھر تو طلاق دی جا سکتی ہے ' یک دم ڈھسے گئے۔ یہ کلکریاں  
 سارے سا بچہ تصور میں ' یا اگر پھر سنا نہ بیگم کا گھر۔ سنیل کی بڑی ہی پیٹ میں زمین پر بیٹھ کر لڑائی کر رہا تھا جس سے سنا نہ  
 کے بچے بچتے تھے۔ " وہ کہہ۔ " ہوں اے خود ہی لٹی میں مہر دیا۔

بھی کبھی زندگی میں بھگوتے کرے ہڑتے میں بھائی۔ " "اے بیگم نے لڑی سے کہا۔ اور اب یہ جانے پائے  
 مٹھانے کا ڈھنچا ' پھر خود ہی باپ بیٹے کی نوکھی خوشی ' کھلی گلی کی طرف دس کے اندر کھل اٹھی تھی کہ وہ سنا نہ کا  
 بہت خیال رکھتے تھے۔ اس کی ناگوار باتوں کو بھی برداشت کرتے رہے۔ خود اسے سہارے کر یک بڑے سپتار میں  
 اس کا نام راج کو دیا۔ باقاعدگی سے چمک اپ کے سے کر جاتے۔ اس کی خوراک کا خیال دیکھتے سنا نہ تو اس  
 دنوں جو اس میں اڑتی تھی۔ سادگی سے سمجھتا تھا۔ " اب اس گھر میں تمہارے قدم منہ بولا ہو گئے ہیں جو چاہو  
 حاصل کرو ' بچہ ہو جائے تو سب سے پہلے گھر پہنچنا۔ کروں گا۔ کچھ نیا اور چمک بیٹیں بھی نکلوں۔ " لیکن سادگی  
 بھائی ' گھر میرا اور میرے بچوں کا ہی ہو گا۔ " کھلی ہوئی اس بڑے لوگوں کا کیا پتا۔ کب دس بھر جائے۔ اور  
 سنا نہ کی سمجھ میں بات آگئی تھی۔ جواب بھی سادگی بھی کبھی نہ دیتی اور یک دو بھدوں کے ساتھ آجاتا۔ چھٹیں جیتیں  
 گیت گائے جاتے اور ہلاک ہوتا تھا اندھا بہت جلد ہوتے۔ جب ایسے پتا پتا کہ اس کی عدم موجودگی میں گھر  
 میں جمگٹھا ہوا ' لیکن جب سنا نہ بھگوتوں میں ' منو بھر کے کہتی۔ ' کیا ' روت باہر بھی نہیں جا سکتی۔ اس حالت میں بیٹھے  
 " بیٹھے دس جبر اساتے۔ سادگی اور نہ دیتی آہستہ میں تو اس میں جاتا ہے۔

دعا موش ہو جاتے کہ بچہ ہو جائے تو شاید خود ہی سنا نہ سلجھ جائے ' میں ان کے سارے خواب خواب ہی رہے۔  
 سنا نہ یہ بچی کی ماں بن گئی۔ چنگی سے تپا خوبصورت تھی۔ محبوبہ عداوت اور سنا نہ دونوں کا من چر لانی تھی۔ تپا

سے بہت شوق سے اس کا نام ملا کر رکھا تھا۔ ملا کر کے سے آیا کہوں گے۔ مسئلہ کس کی ذہن پر نہیں تھی۔ وہ پہلی کی طرف سے ہلکے سے تھکی۔ چند ماہ بعد ہی وہ بیگی کو پاکی گواہی دلا کر خود پسے جیسی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئی تھی۔ بلکہ وہ کچھ زیادتی کھل گئی تھی۔ صوفی نے اسے یقین دلایا تھا کہ اب وہ بیگی کی ماں بن کر رہے۔ وہ مضبوط ہو گئی ہے۔ وہ گلشن کا ایک لکڑی سے بنا گروائے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ محب لکڑی کی یہ شہ پر و فنی سے خوش تھے کہ جب سہنے گھٹ کی فرمائش کی اور گلشن اسے فیسٹ کو پسے نام کر کے کو بہاؤ انہوں نے سہ کی بات مان لی۔ بہر حال وہ لکڑی کی بیٹی کی ماں تھی۔ اب کون غصہ نہیں تھا۔ یہ صادق کا خیال تھا۔ صوفی وہ تو آزادانہ انداز علی کے ساتھ گھومتی۔ بلکہ ایک دو بار محب لکڑی کی لکڑی میں لٹک کر بیٹھ کر بیٹھ کے ساتھ گانا بھی گایا۔ محب لکڑی کی کاروباری مصروفیت کچھ یہی تھی کہ میں مسئلہ کی اس سرگرمی پر توجہ نہ دے سکے۔ اور ملا کر کے ہمارے رہنے لگی تھی۔ اس کا بیٹا ایک رشتہ دار دو دو مضمحل ہوا تھا۔ "پایم جب بھی" تیں خوشی کا اظہار کرتیں۔ محب لکڑی کے پاس سے جاتے۔ لیکن دوپار دن بعد پھر وہی حال ہو جاتا۔ جو بیگی سے اتنے خوبصورت اور صحت مند تھی۔ اب سوکھ کر گانا تو بھی ہر وقت سن رہی کرتی۔ جی۔ آپ کا بیٹا جتنا تو گود میں لگی کر کندہ فیروز منہ میں دے

دینی ورطہ و کائنات میں بڑی روٹی رہتی۔ اور مسئلہ تو محب لکڑی کے پاس کے بعد ہی گھر سے نکل جاتی۔ "پایم نے دو تیں بار سے سمجھا یا کہ وہ طوطی کا خیال رکھ کر سے۔" آپا کس بات کی تھی؟ جی ہے۔" اس کے جواب سے آپا کو حیران کیا تھا کہ یہ بیٹی ماں سے "میں وہ محب لکڑی سے کچھ نہ سمجھ سکیں۔" وہ بتایا کہ خوب دوست چالی۔ سادوں مسئلہ پر لکڑی پر کام کر کے لکڑی سے سوار ہو گیا تھا۔ صادق اور عزیز نے اسے چھپا دیا تھا کہ وہ اتنی خوبصورت ہے کہ تمہارے چوٹی کی ہر دھوپ کو پیچھے چھوڑ جائے گی۔ وہ دوسرے کے ساتھ ملوایا کے چکر کاٹتی رہتی یا پھر صادق کے ساتھ ان کی دوسرے محب لکڑی کو کاروبار سے ملنے میں طرہ نہ تھا۔ "وراثہ کا قیام وہاں تقریباً تین ماہ رہا۔ واپس آئے تو مسئلہ کے متعلق جو خبریں نہیں ملیں" اس سے نہیں خواہاں پتہ نہ کر دیا۔ اس اثنا میں اسے محب لکڑی میں معمول کر دیا۔ مل گیا تھا۔ اور وہ جو اس میں اڑتی تھی۔ اور محب لکڑی کی مرتبہ سے سہ ماہ کو گرد حوصلے سے نہ صرف بیٹھ کر گانا گاتی تھی۔ بلکہ ریوہ ریوہ ایک آواز چاہے بھی مل چکا تھا۔ محب لکڑی جرات سے شاہ زمان کی انگلیوں سے سے تھے۔ "جوسب پھر بتاتے ہوئے سے بد شرمدہ ہو جاتا تھا۔" اسی سے میں سے تمہیں منع کیا تھا۔ محب لکڑی

اسے روکنا چاہے تھا۔ " لیکن میں تو ملک سے باہر تھا اور پھر جب یہاں تھا تب بھی بتائیں پلار میں تو سمجھ رہا تھا کہ  
 بیٹی کی پیدائش کے بعد وہیں بھی ہے۔ " وہ "میں" سے نکلے تو قدموں میں ہان پئی نہ تھی۔ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے  
 گھر پہنچے۔ سلطان الیٰ سبے وقت "مہر پرال" ہوئی۔

تو اس وقت۔ " اودن سے دو گھر پائی تھی۔ جب سے محب اللہ وہاں آئے تھے۔ در "ج صادق" نے اس سے کہا تھا  
 کہ وہ عیاں ہوئے آج سے ایک بڑے فائدہ دار دوسرے سے جانا ہے۔ "اس کی لگاتار ہو گئیں تو سمجھو کہ۔۔۔"۔  
 محب اللہ نے ایک چمکتی ہوئی نظر میں پوچھا۔ "میں چاہتی تھیں آپ؟" "ہاں" وہ بھی انی صادق سے بولتا تھا۔ اس کی  
 طبیعت لکھتے ہیں ہے۔ " بس سے ایک عمر کی نظر میں بد گئی۔ مگر سے ایک اپ ادب قبول "لاوں میں فل  
 جو رانی کے ساتھ وہاں کی عزت بدی کو جاری تھی۔ "میں چاہتی تھیں آپ کے راز تو عیاں اب اس وقت ہنی چاہ پڑیوں  
 کے۔" "جی۔۔۔" وہ کچھ پہچانی اور بھاری بیوی نہیں لیتے ہوئے بیٹھ گئی۔ "سلطان بیگم" آپ کو یاد ہو گا کہ ملائکہ کی  
 پہلی نیک سے پہلے میں سے آپ کو کیا سمجھتا تھا۔ "تو میں نے کیا تہیاری عادت کو بھل گیا ہے۔" "تو کوئی کسر بھی  
 نہیں چھوڑی آپ نے۔ میں نے لگنے سے منع کیا تھا۔

تو کہیے بڑے بڑے گھر فوٹے لوگ گار سے ملک۔ "وہ چمک کر بولی۔ صادق نے ہمیشہ کہا تھا کہ بہادر بن کر"  
 نذر ہو کر بات کرنا۔ جب بھی محب اللہ نے میں کوئی بات کی۔ ظاہر ہے ایک دلی پتا تو پہلے لگتی۔ "لیکن میں سے آپ کو  
 سختی سے منع کیا تھا۔ "محب اللہ خان حیل کی انتہاؤں پر تھے۔ "اور آپ سے" کتنی فائدہ میں بھی۔۔۔" "سیا ہو۔۔۔" تو  
 برائے نام جس دور سے جو رے دیکھا ایک دن جب میں بیرونی بن جاؤں گی تو تم بھی فخر کرو گے کہ تم سلطان عرف  
 شانی کے شوہر ہو۔ "شک آپ۔" "ن کا ضبط جو دسے عیا۔" "تم چاہو اسے پاس رکھو" اور آج کے بھر جی بھر کر  
 گا ناچو "لموں میں کام کر دو جو مرغی کرو میں سے تمہیں حلاق دی۔" "مگر پھر کو سلطان چلا گیا کوئی۔ دو مہر سے ہی  
 کے ختم پڑی۔ "تمہارے کیا خیال ہیں کہ تم صادق دو گے تو مجھ سے کوئی شادی میں کرے گا۔" "میرا کوئی خیال نہیں  
 سے سلطان بیگم" آپ میرے گھر کوئی کر دیں" اور جو بیٹا پائیں سے جائیں۔ "قاوی اور کاندھی کاروائی قاول در  
 شریعت کے مطابق ہوئی رہے گی۔" سلطان نے سب کچھ سے سا اور صادق کو لون کرنے کی۔ محب اللہ سے ایک  
 نظر میں پوچھا "اور پھر انہیں قدموں سے پھلتے ہوئے بنی مٹی میں پہنے گئے۔ اور وہاں فوٹ پڑا کہ صورت حال



سے ملنے میاں و اویڈروم میں جان نہیں پا جتے تھے تاکہ ملنے پا سکاں وہاں سے انھارے کچھ حق دیر بعد پا اور ان کے شوہر گئے۔ فن ہڈی مرے تفصیلات نہیں بتائی جا سکتی تھیں۔ ملنے اویڈروم میں تھی 'وہ میدان میں لڑائی میں لگی کہیں۔

تم نے خلیفہ کہا ہے عجب اور بالکل صحیح وقت بہ فیصلہ میاں ہے۔ سپرے خاندان کی عزت سربار، چھتے دیکھا "سان" نہیں سے اور بچی۔۔۔ بچی کا کیا ہو گا؟ "اے بچی" نہیں پا تک ملنے لگا خوں آئے۔ "میں سسے میں سات نہیں ہوئی" لیکن اگر ملنے اسے سے جانا پڑے گی تو میں روک نہ پاؤں گا۔" ہماری بچی دل جاسے گی عجب۔" پاسوں نہیں۔ "ایسے لاگو سے جو سنے لہجہ اور خلیفہ ہوں 'کوئی ڈس کی جا سکتی ہے۔" بھائی صاحب نے مشورہ دیا 'میں کسی ڈس کی نوبت ہی نہ آئی۔ جب ملنے صادق کے "سے کے بعد تین چار کچھ دنوں سے بھر سے صندوق 'سوزوگی میں رکھوا چکی۔ لاگو میں رکھے زوروں سے بیٹ بھر کر زوروں وغیرہ میں بیتی نقدی موجود تھی 'وہ صاحب بھی نکال دی۔ صادق نے ہاتھ ہاتھ عجب نہ لاقینی ہی بھی لیا۔ صادق کو ٹیک دے کر وہ لڑائی کی طرف بڑھی اور وہاں سے کے پاگل سے کھولا۔ ملنے عجب بدنام 'پارہی ہوں تمہارے گھر سے اور خوش ہوں بہت کہ تمہارے تنگ نظر شخص سے چان چھوٹ گئی۔ پا ہو تو بھی تین لاکھ دے دو۔ لہذا یہ کہتے تھے۔ "میں روٹوں بیٹوں کی تمہارے پاگل ہڈوں کی کہ اور دو لاکھ قتل مت دو۔ میرے بچے مر نہیں گئے تھے ہاں۔" عجب ادا ہو یہ بچے کھڑے تھے اپا آگے بڑھیں۔

ملنے 'ابھی بھی وقت ہے سوچو اور یہی سا بچے میں ڈھل چا ویسے عجب پا سکا ہے۔" "ہو۔" "وہ خیر سے نہیں۔" "سا بچے میں ڈھل جاؤ۔" تب ہی تیار میں رہیں کرتی بچی کو گواہ میں یہ زہری سے مارتی۔ "بیکہ صاحبہ! یہ بانی آج دو روز بھی نہیں لہی رہی بتنا دو وہ لائق سے مارتی تے کر دیتی ہے۔" کان کو لگی ہوئی آنکھوں کے گرد سیاہی ملنے پڑے۔ ایک لمحہ کے سے ملنے اس کی طرف دیکھا۔ صاحبہ صادق نے بچے سے "کون کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ "ہوٹو" "یہ۔۔۔ یہ ملکی۔۔۔" "بھیر میں نہیں لگی تھیں تمہاری ہے مسکلاں سے گا۔" "نہیں۔۔۔" "ملنے دے کچھ کھنا پیا۔" "بھپ کرو یہ مگلی مرقی ہوئی بچی سے کر کیا کر دے۔ کون ہنچاے گا زری مصیبت۔" تمہارا کیریز نہیں ملنے وراثتی اس کے ہوتے۔ اوں تو یہ بچے کی ہیں 'بچہ لگی تو یہاں رو کر زیا دو لاکھ دینا چا سکتی ہے

منور۔۔۔ "آپ کے میرے سنے سے توڑ دی۔" بچی ہمارے پاس رہے گی لیکن تمہارا اس پر کوئی دعوئی نہیں ہو گا اور تمہیں کچھ کر دیتا ہو گا۔" کچھ دنوں سے میاں بی بی کی یہی بات تھی جس سے علاقہ کی کارروائی مشکل ہو چکے تھے ہات دو گی۔ "صادق" ہنر کھولیں چھوڑ کر وہ قدم پیچھے مڑا۔ اس کی آنکھوں میں بدم چمک رہی تھی۔ ہونی۔ محب نہ وہ جس بھڑائی کی طرف مڑ گئے تو اپنے آپ کی گود سے ہنگی کو لے لیا۔ "یہ کیسے۔۔۔" محب نے سنے کچھ پہنچا یا تو آپ نے اسے شکی دی۔ پیسے کو ہمارے من نہ لے کر گود میں تھی۔ خوب کچھ فرق پڑے گا۔ میں پاؤں کی سے۔ اس قدر اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔ وہ پیسے تو کسی ڈکٹر کو ہار دے گا۔ یا ہسپتال چھوڑ دے گی کی حالت ٹھیک نہیں رہے گی۔ اس نے مجھے۔ منہ نہ تو تھی ہی۔ "تم نے بھی بچی کی طرف کوئی وصیت نہیں دی۔" محب نے ہانکھی پھول کی بچی تھی۔ وہ کیا وصیت ہو گی۔ "محب نے سنا۔" مٹی بچی کی طرف دیکھا اور ان کے دس کو پیسے کچھ ہو۔ وہ دھماکہ کھڑے ہوئے۔ "تپ آپ بچی کو لے کر۔ میں گاڑی لکاتا ہوں۔" ڈکٹر نے سے دیکھ کر حیرت رہ گئی۔ "تپ سے اب تک بچی کا چیک اپ نہیں کیا۔" وہ بچی کو دیکھ کر ہنس لاشہ ہے۔ جسم سے پالی تقریاً ٹھٹھ ہو چکا ہے۔ حیرت سے یہ اب تک زندہ کیسے ہے۔" ملک محب نہ پوچھا۔

سے ہو گئے۔ "اگر سے وہ کرے گی۔" بڑی بچی کی کوشش کرتے ہیں۔ "اور پھر اس نے وہ نہیں من لیا۔ بچی زہر کی طرف وٹ آئی تھی۔ نیکی ایک اور مسئلہ اس کے سر پر تھی ہوئی چوٹ تھی۔ اس چوٹ سے دماغ کو بھی متاثر کیا تھا۔ آپ نے متفکر۔ پد تیار کیا۔ چھ دنوں سے قتل وہ کاٹ سے گر گئی تھی۔ وہ صحت یاب تو ہو گئی تھی۔ نیکی اس کے منہ سے رس پھرتی رہتی تھی۔ یہ وجہ سے ڈکٹر نے اس کی دماغی صحت کے متعلق متذہب تھے۔ پانی حنوت اور دماغ میں رنگ لائی تھیں۔ چند ہی ماہ میں اس کی رنگت وٹ آئی تھی۔ اور دماغی صحت مند اور پیار ہو گئی تھی۔ دیکھنے والے کو بے اختیار اس پر پیار آتا۔ لیکن تین ماہ کی عمر تک اس نے وہ طریقہ نہیں کیا تھا۔ محب اس کا اسے ہار چکی سے گئے۔ ڈکٹر اس سے نہیں ٹھیکان دیا کہ وہ بڑے ہو گئی۔ وہ ہو سکتا ہے کچھ تاخیر سے بڑے۔ یا ممکن ہے وہ کسی طور پر کچھ کمزور ہو لیکن اپنا مصلیٰ دان کوئی بات نہیں ہے۔ جب محب نہ ملامت کو وہ اس سے کہے تو آپ سے ایک دن میں

کیرا۔ "اگر سب تک پہنچے گا سب" "کیسا؟" "جی نہ کب تک جتا اور کیسے زندگی گزارو گے۔ شادی کرو۔"  
 "کی تو تھی۔" وہ فرود سے تھے۔

خدا دینی تو نہیں کہ سر لڑکی سنا دے جیسی جو' پھر اپنے غلاف میں سے کی سر کب تک غلو کو دو گے۔ "کب تک تیار ہو  
 گے۔" "معاذ اللہ ہے ہاتھ تیار کیا سب ہوں۔" وہ مسکرائے۔ "لیکن ملاکہ کو تم مجھے دے پئے ہو۔" "پتہ ہی کی ہے۔  
 آپ نہ ہوتیں تو شاید زندگی بھی نہ تھی۔" "خیر زندگی دینے اور دینے والی دستہ تو لڑکی ہے۔" آپ نے محب اللہ کی  
 طرف بغور دیکھا۔ ان تیس سالوں میں جیسے ان کے چہرے اور آنکھوں کی چمک ماحول بنی تھی۔ "محب! خلاف فطرت  
 زندگی گزارنا سب کو بھی پسند نہیں ہے۔ ایک بار تم نے خود فیصلہ کیا تھا۔ یہ سب ہمارے ہمتیہ کے دیکھو۔"  
 "میرا سب سے بڑی زندگی بنی ہے مرنے پر۔" "جی" "میتے والے ہے" سمجھ رہے ہیں۔ بڑھی گئی ہے۔ اگر تم سب جاؤ  
 تو میں تیار رہے گی صاب سے بات کروں۔" "تھیک ہے؟" ان کے سامنے تو وہ ہمیشہ سے اس ہو رہے تھے۔  
 آپ کے سے تو ان کی رعنا مندی ہی بہت تھی۔ وہ دو سرے دن ہی تھے کہ گھر پر نہیں تھے۔ مرنے سے بات کی۔ وہ بہت  
 صاف گوئی تھی۔ مائی، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ "آپ کے بھائی بہت بڑے بچے نہایت ہیں" اور ان کی عمر ہی  
 باعث فکر سے میرے لیے۔ سنا ان کی زندگی سے جا چکی اس باؤ کر میرے سے ہم نہیں لیکن ملاکہ کو جو ہے وہ  
 معصومہ ہوگی ہے لیکن ایک بات کی میں وضاحت کروں کہ شاید میں اس سے محبت نہ کر سکوں۔ میں اس کا خیال بھی  
 رکھتی ہوں۔ میرا رویہ اس سے ساتھ

روایتی قسم کی سوتیلی ماں والا تو سر گر نہیں ہو سکتا لیکن میں نہیں سمجھتی کہ میں اس سے انصاف کر پاؤں گی۔"  
 "معاذ اللہ میری بیٹی سے عارف اور سے میرے پاس ہی رہنا ہے۔" "آپ بہت مطمئن ہو گئی ہیں" چند ہی دنوں میں  
 معاملات سب سے پگھلے۔ مرنے والا ایک اچھی اور محبت کرنے والی بچی ثابت ہوئی تھی۔ ہر حال سے ماہرین کے معیار پر  
 پوری لڑکی تھی۔ وہ آپ کے شوگر گر تھے لیکن پتا نہیں میں سنا دے وہ قہر کے حد تک ہوں نہیں لگتی ہیں۔ سو  
 وہ بہت آہستہ آہستہ کے سے کوشش کر رہے تھے اور شادی کے صرف چھ ماہ بعد نہیں کیونکہ ان کی عمر شادی میں  
 تھی تو انہوں نے کیڑے کے سے رخت سفر باندھ دیا۔ آپا فرود نہیں۔ "آپے وطن میں کیا برائی ہے محب؟" "بس



آپاں چاٹ ہو گیا ہے یہاں سے۔" ہانے سے دوڑن پہنے وہ آپاں کے پاس آئے تھے۔ ملا کوٹے سے ڈھیروں  
 حریف در کھوٹے سے کر۔ تب ہی پھوٹے پھوٹے گلابی لڑکے میں ملا پھیل گئی ہوئی تھی۔ تو انہیں سنے دونوں بازو  
 پھیل گئے۔ وہ ان کے بازوؤں میں سمائی۔ کیا۔۔۔" اس نے تھے تھے ہاتھوں سے ان کا چہرہ چنی طرف موڑ کر  
 شاپر کی طرف اشارہ کیا۔

یہ سب تمہارے میں میری جان پھر کہو یاد۔" آج پہلی بار میں کی زبان سے بولا تھا۔ "آپا۔۔۔" وہ خوشی سے  
 برسے۔ "آپا آج صدقہ خیرات کو دیکھنے کا بہت مبارک موقع ملے گا۔ یہاں بیٹے کے پہلو بٹھو لائے۔" ہاں! آج صبح اس نے  
 اس بھی کچھ یہ ساری کو کشش غریبی کی تھی۔ وہی سارا دن اس کے ساتھ گزارا تھا۔ "میں آپ کا اور بھائی  
 صاحب کا ہمیشہ ملوث رہوں گا۔" آپ نے جو کچھ میری بیٹی کے سے کہا ہے میں وہ حساب نہیں۔۔۔" فطرت بات  
 مت کرو محب! آپ نے انہیں لانا دیا۔" قہری بیٹی میری پتائی خون ہے۔" ہوا نے محبت سے ملکہ کو دیکھا  
 جو محب نہ کی گوا میں بیٹھی بے ن کے کار سے کھیل رہی تھی۔ آپا! "ٹھیکس نہ ہو گئیں۔" پتا نہیں سب سب پھر  
 دیکھ پائے کی سب سے باپ کو۔" آپا میں بڑے رکھوں گا۔" ہمارے گھر فوٹو تو بات ہوتی ہی رہے گی۔" میں نے  
 آپا کی لڑائی لگائیں دیکھتے ہوئے تھی وہی! لیکن وقت و حالات اس کے تابع ہیں ہوتے۔ محب وہ کہتے تھے تو ایسے  
 کہ دس سال تک وہ ان کے ساتھ رہا۔ جتنے اس سے لڑن پہ لایا۔ یہ بیٹی سے بھی بات چیت ہوتی رہی۔ ان دس سالوں میں  
 وہ دونوں دور ایک بیٹی سے باپ بن گئے تھے۔

دس سال بعد وہ بیٹی کی وفات پہ آئے تو ملا کوٹ کو کچھ کہہ کر ان کے گھر تیرہ چود سال کی ملا کوٹ صرف یہ کہہ  
 عد حسین سوچتی تھی! بلکہ وہیں بھی بہت تھی۔ وہ بچی جس کے متعلق ان سب کوں کا خیال تھا۔ شاید وہ اپنے ہم عمر بچوں  
 کے مقابلے میں اتنی طور پہ کچھ کمزور ہوگی وہ بڑھتی میں سب سے آگے تھی۔ غیر حجابی مگر میوں میں بھی بہت  
 شوخی سے حصہ لیتی تھی۔ ڈھیر دن سب در در میں اور محتاط میں جب اس نے محب نہ خان کو دیکھا تو نہ کی اس  
 مہربانی پہ محب نہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "محب! میں چاہتی ہوں ملا کوٹ کو تم مجھے میرے عرفان کے لئے دے  
 دو۔" آپا! یہ آپ ہی کی ہے اس کے متعلق ہر فیصلہ آپ کو ہی کرنا ہے۔" محب نہ خان ایک ماہ بعد محب نہ خان ہا

رہے تھے 'وہ تھے بچوں کی طرح، روتی تھی۔' "آپ پھر سب نہیں گئے؟" بہت ملکہ گزریا۔ "نہیں وہ پناہ دے نہ جانے سکے۔ وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ اور مزید اس سال بیت گئے۔ ملائکہ نے گود مڑ کر لیا تھا، لیکن وہ چھوٹی سی چھوٹی بات تھی، آپ سے پوچھتی تھی۔ "بچو پھو" میں یہ ریڈ کپڑے مائلوں پر۔ یہ مکارف اولادوں 'یہ کتاب قرید لوب۔" وہ خود سے فیصلہ کر پاتی تھی۔ مکی وہ، "پاسے سمجھایا۔"

چند اپنے مدد متناہیہ، کرو خود فیصلہ کرو، تمہیں کون سی کتاب خریدانی ہے؟ کونسا سے رنگ کے پھڑے "پہننے میں کچھ کرنا ہے۔" لیکن وہ فیصلہ ہی نہ کر پاتی، اور پھر پھو کی طرف بھاگتی پوچھنے لگتے۔ بچپن میں عرفان اس کا خوب مذاق لاتا تھا۔ "اٹی پانی پل لول" دائیں روم ہائی پاؤں۔ "یہ سب کو نہیں ہے گھر ہے بی بی" یہاں تم بغیر پر صحنے پانی پیئے اور دوش رومہا سکتی ہو۔" لیکن سب بد عرفان کی باتوں کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ وہ یہی دادرسی باتوں کے سنے آپ کی طرف دیکھتی تھی۔ ان دنوں وہ فرسٹ ایئر میں پڑھتی تھی، جب تک آپ کو کسی کام سے باہر جانا پڑے تو سکول سے گزروا رہا تھا، بھوکے بیٹھی رہتی۔ "پاؤں تو میرا نہ گیس۔" ملاحظہ کرو! ملازم سے کہتا تھا۔ وہ دیکھ کر دیتی رہا تک بھوکے بیٹھی ہو۔ "آپ جو ہیں نہیں توجہ۔" وہ وہ دیتی تھی، اور تب آپ سے تجھ کی سے پوچھا کہ ملازم میں جو، عسکر کی کی ہے اس کے سے اگلے سمیڈی سے بچو کرنا چاہیے۔ تبوں نے بچپن میں اس کو بالکل متنبی کا چھٹا، بنا سے رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ بالکل ناراض تھی۔ وہ جی کلاس کی زمین لڑائیوں میں شہر ہوئی تھی، لیکن اگر کوئی خلاف مرضی بات نہ ہوتی تو یوں پاؤں مار مار کر جھنجھوٹ کر دیتی کہ رنگ سرخ ہو جاتا، سانس بند ہونے لگتا، اور پیسے میں دال جیسے لگتی۔ انہوں نے جب اسکو اس سے بات کی تو انہوں سے یہی کہا کہ سے صدمہ دلائیں اور کوشش کریں کہ اس کی مرہات

مانڈ ہائے۔ یوں شاید، انہوں نے اس کا خیال حد سے زیادہ رکھتا تھا۔ مرقہ وقت اس کے ساتھ ہی رہتی تھیں لیکن اس میں ہمیشہ ساتھ ہیں رہتا تھا۔ اسے اپنی ایک ٹک زندگی شروع کرنا تھا، ایک گھر چلانا تھا، بچے پالنے تھے۔ ہوں نے عرفان اور محب اللہ سے مشورہ کر کے قہر کی بیڑ میں اسے، اور کے کالج میں داخل کروادیا۔ سب کا خیال تھا کہ ہوسٹل میں رہ کر اس کے اندر اعتماد پیدا ہوگا۔ "آپ مجھے لاسو رکھیں کچھ رہی ہیں؟" وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی۔

"وہاں کامیاب تعمیر بہت چھتا ہے۔ کمر ڈالیں تمہارے پڑمیشن جو ہے۔" "لیکن میں وہاں پہنچ رہی ہوں۔ وہاں سے نہیں چھوڑاؤ۔" میں نے کہا۔ وہاں سے چھوڑ دوں گی۔ یہاں بھی تو سب چھتا ہے۔" "ہاں، لیکن میں جانتی ہوں میری بیٹی بہت جیسے کالج میں پڑھے۔" "اچھا۔" وہاں کی بات سن بھی جیتی تھی۔ قابل بھی ہو جاتی تھی۔ پھر بھی اس نے کہا تھا۔ "لیکن مجھے وہاں ڈر ہے۔ کچھ پھوڑا۔" وہاں اور لڑکیاں بھی موب کی اور پھر میں اور عربی تم سے ملے۔ تے رہیں گے۔" یوں سے لاہور بھیج دیا۔ شروں میں تو وہ بہت ٹھہری۔ تقریباً روز گلاس سے باہر نکل کر پہلی ہی اوسے فون کرتی۔ جسے بھر بعد پال سے ملے۔ تیں تو وہ نکلے گئے۔

خوب روٹی۔ دو سیاہ شلوار پہ سرخ ڈس وائی سیاہ شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ منگے پردوں میں میسوں وہ ان کے گلے میں پائیس ڈسے خوش خوش ٹٹکی تھی۔ "ملاکے" آپ نے کتنے دن سے پڑے بیچے نہیں تھے۔" "جب سے کہ پڑے سے آئی ہوں۔" اس نے لاپرواہی سے بتایا۔ یہ آپ بتائیں ناگوں سے ہاں ہوں؟" تو خیوں نے دونوں تھوکوں سے سر تھا دیا۔ "ملاکے" تو بچی نہیں جواب یہ اتنے دن سے تم کا بھی نہ ہی پردوں میں جا رہی ہو۔" "نہیں کالج میں تو دوسرے مہینے کر جاتی ہوں یہ تو شش میں کہہ چکتی ہوں۔" ایک ٹٹے کو توں کا پیچا ہوا دوسرے ہاتھ میں کر چکے ہائیں 'مخصوصیت' لیے بیٹی طرف نکلتی ملاکے پر، جس کے لیے طرف تھا۔ "ہاں تھا لیکن دوسرے ہی محلہ میں سے وہاں پہنچ کر کیا کہ اس کا یہ رہا ہی نہ تھا۔ اور شاید یہ کا فیصلہ صحیح تھا۔ کچھ ہی عرصہ میں اس کے فون میں کی گئی۔ بد وہ فون کر کے چھوٹی چھوٹی باتیں سے پڑ جھکتی تھی۔ اس نے گر بگوش کے بعد آپا نے سے وہاں ہوا کیا۔" اب ماسٹر زیہا سے کرو۔

مگر میری فریڈ تو لاہور میں ہی پڑمیشن ہے۔" "اچھا پڑمیشن ہی ہو گئی تھی۔" اس سے کہا تھا کہ لاہور میں۔۔۔" میرے مطلب سے پنجاب یا لاہور ہی میں پڑمیشن میں گے۔" "اس کے کسی سے کیا جو ملا ہے ملاکے" تمہیں اب نہیں پڑتا ہے۔" "اچھا۔" اس نے پھو پھو کی بات پہ زیادہ حجت نہیں کی تھی۔ "میں وہ کئی دن پہ میٹ ہی رہی۔ دراصل اپنی روم میٹ مونا سے اس کی بہت دوستی ہو گئی تھی اور مونا نے گویا پھو پھو کی جگہ سنبھال لی تھی۔" "نہیں۔" "یوں سے آئے وہاں مونا سپرے ہیں۔ یہاں میں سب سے بڑی تھی۔ اور فخر تھا بہت خیال رکھنے والی تھی۔ اس نے کچھ دن تو

حاموشی سے مبرا کو دیکھ کر وہ تو اپنے بڑی پاؤں درست کرتی تھی۔ انہیں تہہ کر کے رکھتی۔ تین تین پاؤں پر دوں تک ہلکے پھلے پہلے رکھتی۔ پناکپ وھونا بھی سے مداب لگتا تھا۔ اکثر یادیں درہن تھا کہ کپ وریٹیک وھو کر رکھتا ہے۔ لیکن پھر اس سے ملا کہ یہ لاپرواہی بدداشت نہ ہوئی۔ وہ ہولے ہولے سے ٹوٹنے لگی۔ "ملائے" یہ پنا تو یہ سینڈ پرائڈ دوں کتابیں بند سے ہٹا کر میز پر رکھ دوں" یا۔ کپڑے بھیج کر چھوڑ دیا۔ کیا چوون سے قمر کی چھٹی ٹلوں بد تین شرت ہر ہلکی ہو۔ "ملائے" حاموشی سے اثبات میں سر د کر اس کی بات مان لیتی تھی۔ بات سے مونا کو متاثر کیا۔ "تھیں" سیرنگی اٹھتی بیٹی سے کام کی بات سے۔ "اور پھر اس کی سے حاشا فرمورتی اور مصومیت" کئی کام اس نے خود ہی سچا اور سے لیے تھے۔ غیر راہی تو یہ وہ

اس کا خیال رکھنے کی تھی۔ جدی دونوں میں بہت مہری دوستی ہو گئی تھی۔ اس نے مونا کو بتایا تھا کہ وہ بچی پھو پھو کے پاس رہتی ہے۔ اور اس کے بابا اتنی چلی سوتیلی و مد اور سوتیلی بہن بیانی ہا ہر رستے تک۔ "اور تمہاری ماما۔۔۔" مونا کی بیٹی ہو گئی تھی۔ "ہاں شاید میرے بہت بچپن میں یکساں۔ پھو پھو نے بتایا تھا کہ میں مال سوا سال کی تھی جب وہ مجھے اپنے ساتھ کھر لائی تھیں۔" اس کی ماں کیسی تھی؟ کون تھی؟ اور سے کہا ہو تھا؟ اس نے بھی پوچھا ہی سیں تھا۔ بی بی پھو پھو نے اس کا ذکر کیا تھا لیکن مونا نے پوچھا تھا۔ "کیا تمہاری ماما بھی تمہاری ہی طرح خوبصورت تھیں۔" اور اس سے مونا نے کہا تھا کہ وہ پھو پھو سے پوچھ کر کہتا ہے گی اور جب چھٹیوں میں وہ کر پٹی تھی اور اس سے پھو پھو سے یہ بات پوچھی تو پھو پھو پھو دیے گئے تھے حاموش ہو گئی تھیں۔ پھر اس کی سے کہا تھا۔ "تھیں" میری جان" وہ تمہاری جیسی خوبصورت نہ تھی۔ لیکن ایک نام نظر رکھنے دے بندے کی نظر میں شاید وہ خوبصورت ہی ہو" تم سے بھی زیادہ" مگر مجھے وہ ہمیشہ بہت بد صورت لگی۔ "وہ چہرہ نہ انہیں دیکھ رہی تھی" اور ان کے بات کے معنی غم کر کے کی کوشش کر رہی تھی" اور پھر ناکام ہو کر نہیں دیکھنے لگی۔ "پھو پھو ماما کی میری پیدائش پر فطرت ہو گئی تھیں۔"

نہیں تو۔ "پھو پھو نے جوتک کر سے دیکھ کر سے کہا کہ وہ فطرت ہو گئی ہیں۔" تو کیا اتنی ہی میری ماما نہیں۔" اس نے خوش ہو پوچھا۔ "نہیں۔۔۔" پھو پھو سنجیدہ تھیں۔ "مگر یہ تمہاری بڑی ہو چکی ہو کہ مرہات سمجھ



سکتی ہو۔ نیویس کر سکتی ہو تمہاری مہارے تہارے پر اسے ملائی ہے کی تھی۔ اور تمہیں چھوڑ گئی تھی۔" وہ منہ  
 کھولے حیرت سے بیٹھ دیکھنے لگی۔ سبک کیوں۔۔۔؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "ڈراما تہارے بچا اور مہارے  
 مزاج اور ماحول میں زمین تسوں کا فرق تھا سو سمجھ سکتی۔" انہوں نے بات ختم کر دی۔ "اچھا نہیں بد وہ تمہارا  
 ہیں؟" "معلوم نہیں، ایک بار عربی کے راجان سے بتایا تھا کہ انہوں نے لاہور میں دیکھا تھا اسے شاید وہ وہاں  
 سے لاہور چلے گئے تھے۔ لیکن جب تک وہ یہاں رہے، تب بھی وہ کبھی تمہیں دیکھنے یا ملنے نہیں ملی۔" لانگ تہارے  
 چہرے کہا تھا مجھ سے کہ اگر کبھی ملنا نہ ملا لکھ سے سے سے تو سے سے دیکھ کر یہ سن کا حلق ہے۔

دو سال تک مونا اس کی ٹکڑی رہی اور اب مونا سے لگ ہو کر وہ اپنی میٹ جو بھی تھی، نہیں چھو پھوپا جی نہیں  
 کہ وہ ان کی لڑکوں کے سامنے تھی۔ یہ وہاں بھی محض اس کی بہتری کی خاطر ہوں گے سے دور بھیجتا وہ  
 تم ملنا چاہتی ہو اس سے؟" کچھ توقتہ کے بعد پھوپو سے پوچھا۔ "آپ کا کیا خیال ہے ہر مہارے کی فکر جی تھی۔  
 ہے، مجھے ان سے ملنا چاہئے؟" "وہ تمہاری ماں ہے، تم ملنا چھو تو میں تمہیں روک کر کی نہیں، نہیں سے تمہارا خیال  
 ہوتا تو بھی تو وہ رہے۔" کبھی تو پوچھتی تھا، اس سے کہ اسے پتا نہیں تھا کہ اس سے؟ اس نے بے؟ اب کہاں  
 ڈھونڈو گی سے؟" "اب آپ صحیح کہتی ہیں، میں من مونا یا میرا خیال ہوتا تو بھی تو سے آئیں۔" ملا لکھ کو  
 پھوپو کی بات صحیح لگی تھی، اور وہ کبھی تو سمجھ رہی تھیں کہ کہاں ڈھونڈنے کی وہ اپنی اور پھر پھوپو کے لئے ماں  
 سے کہہ دیا تو نہیں دیا تھا سے، بلکہ یہ وہ تھی۔ "میری ماں تو آپ ہیں۔" اس نے ان کے گلے میں ہاتھ نہیں ڈال دیا  
 اور ان کا چہرہ چمک اٹھا۔

کچھ دن تک تو وہ مونا کو اس کرتی رہی، لیکن بولے بولے وہ پھر پھوپو کے زیر اثر ہو گئی۔ "پھوپو یہ کہیں ہمارے  
 وہ اس کے ساتھ رہتی ہوئی گئی ہے۔" وہ پھر سے ان سے مشورے کرنے لگی تھی۔ تاہم لاہور کی رہائش سے تنہا  
 فرق نہ رہتا تھا کہ کبھی کام وہ خود کرنے لگی تھی۔ اس کی بات حیرت میں، عمو، بڑا بڑا تھا، دروازہ پھوپو کے قدم  
 موجودگی میں بھی خود کو چھوڑتی محسوس کرتی تھی، اور ان سے پوچھنے بغیر بھی کام کرتی تھی۔ نئی دونوں عقائد کو  
 محب لڑکانے سے پیٹا ہو یا۔ وہ یہاں رہتی تھیں، لیکن نہ تھا، اور پھر تھا کہ شادی سے پہلے ایک پڑوسیہ مستقبل

اس کے سامنے جو محبہ خان سے بات ہوئی، تو بہوں نے سے کہا جو یہ عارف چاہا اور پھو پھوئی تمام تر  
 توبہ کام کر صرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی ہر ضرورت کا خیال نہ کیا۔ کتنے اس کی پند نہ پند کے وقت کھانے پکوانا اس کی  
 شاپنگ کرنا سب انہوں نے اپنے ڈسے لے لیا تھا۔ حالانکہ عرفان نے ہاتھ پاتے کہا تھا۔ "مکلی بیکر" سب کچھ میری  
 اس کی بھی خدمت کرو بہت خدمت کروں سے ان سے۔ "ہاں تو وہ میری بھی تو اس میں نہ" دون کے گلے  
 میں بائیس ڈال کر بیٹھ گئی تھی اور پھو پھو ہاں ہو گئیں۔ ان لوں جب وہ اس سرگرمی کے بعد پورہ ہو رہی تھی  
 "پھو پھو سے مشورہ کیا کہ وہ کوئٹہ کی کلاس ٹینڈ کبے ڈیوٹنگ سکھائے شیک اپ کا کورس کرے۔

اسی طرح ہے۔" اسے پھو پھو کا مشورہ پند آیا تھا اور اس سے فرانسیسی ایک سینیٹ میں بے پیش سے یہاں یہ  
 مارے گورنر تھے۔ وہاں اس کی دوستی عیسے سے ہو گئی تھی۔ عیسے کی مائیک بوسٹیک چاٹی تھیں۔ وہ اس کی وقت ہو  
 چکی تھی۔ کبھی کبھار وہ فیشن شو بھی منعقد کروٹی تھی۔ عیسے سے بتایا تھا کہ "آج کل وہ کسی مارنٹ فیکٹری کی  
 طرف سے فیشن شو کی تیاری کر رہی ہیں۔ عیسے نے اس فیشن شو میں حصہ لینے پر کیا۔ "یار! میں نے عیسے  
 تمہاری تنہائی سے کہہ دو تو میں نے قہرہ شق ہو گئی ہیں۔" مگر میں نے پہلے تو کبھی کسی فیشن شو میں  
 شرکت نہیں۔" تو ب کہ وہ پارا میں بھی حصہ سے رہی تو ب۔ کچھ بہت مڑتا ہے۔ میں سے پہلے بھی حصہ یا  
 سے۔" "اچھا میں پھو پھو سے پوچھوں گی۔" "نکلی پوچھ کر آپیو۔ وہ تو اپنی ہی بھول تھی اس نے سے یاد دہانی  
 نہیں رہا پھو پھو سے پوچھا وہ گلے رو کر انہیں پانک فیس نہا دیا۔ یہ کیا جہاں اس کی چھوٹی تندرستی تھیں۔ "عری کی  
 پھو پھو کی طبیعت بہت فریب سے ملا لگا اور مجھے فیصل ہا دیا جانا ہے۔ قہرہ اپنے دوچار جوڑے رکھ کر ونگ میں  
 یہاں تنہا بیٹھ رہی ہوگی۔

وہ ٹھنی دار ڈوپ کتوسے کچھ دیر کھڑی رہی اور پھر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون سے کپڑے اور کیا کیا ٹیک  
 میں رکھے۔ "میر جانا میرا دوری ہے؟" وہ وہ بیڈ پر بیٹ کر میگزین دیکھے گی۔ پھو پھو انہیں تو نہیں دیت  
 ہوتی۔ "قہرہ نہیں جانتی۔" "پھو پھو! میں گھر پر ہی رہوں تو۔" ہاں ہاں سب ٹیک رولہ۔ "وہ تو اس  
 کے خیال سے ہی کہہ رہی تھیں کہ کیسے میں گھر سے گی۔ یہی تو تھی وہ۔" قہرہ سے "ملازم سب پر اسنے ہیں۔

میں رقیہ سے بھید رہتی ہوں۔ وہ تمہارے کمرے میں ہی ہوسنے کی دواؤں کی توہمت ہے۔" "ٹیکس سے بچو پھر!"  
 "پیسے فکر ہو کر پائیں۔ اور بھوکھوئے ہانے کے حد بغیر ڈھکی۔" "تم سے پوچھو؟" "نہیں۔"

کوئی فیصلہ کیا تھا۔ وہ سے بد دل نہیں کرنا پتی تھیں۔ سو انہوں نے "ٹیکس سے" بھید کر بات ختم کر دی۔ "پ" چلیں گی نامیرے ساتھ میں دو گیسٹ سے جا سکتی ہوں۔" "پ۔۔۔" وہ اس وقت بہت لگی ہوئی تھیں۔ اس سے مختصر بات کر کے پیسے گھر سے میں ہٹی گئیں۔ ستے دن کی ٹھنکی رنگ لائی تھی۔ اور ٹھیک پہر بچہ دو غیر تھا۔ اس سے دو ملا تھوئے ساتھ اس کے شو میں شراست کیسے نہ پاسکی تھیں۔ حلالہ کہ بہت ہر جوش ہو رہی تھی۔ سے بھوکھو کے دھانے کا بہت افسوس تھا۔ شو بہت کامیاب رہا تھا۔ اور بیلوں وغیرہ کے وہ تو پر سے ٹوٹے تھے لگی تھی۔ خصوصاً چہرے کی فٹنی معصومیت اور پھر ڈیپٹاگ ڈیورٹی سب کی تمام کی تھی۔ ڈائلاگ تو ایک دہائی تھے۔ چہرے کے ایکچریش کمال کے تھے۔ حفیہ انکی ماہر سال شے انداز میں ہی فیشن شو منعقد کروئی تھیں۔ اس بار میں بدو میوزک کے ساتھ گئیں تھیں۔ ڈھ ڈیلاگ بھی ہو ساسے شامل کر دیا تھا۔ جس سے شو کو منفرد بنا دیا تھا۔ وہ بغیر اسے ساتھ مسروری کھون تھی۔ کچھ دیر پہلے اس کی ماس کی سب انتہا تہ بیت کر کے لگی تھیں۔ میسجی نہاد۔ اس میں وہ پسند کی رنگ رہی تھی۔ یہ سب کچھ اس کے لئے بہت نیا اور خوش لگ تھا۔ وہ سب کی قوبہ کام کر تھی۔ "سے ہانے وگ راک کر سے دیکھنے" اور منگواتے تھے۔ لگی خوجوان رنگوں اور لایوں نے اس کی حرف دیکھو کہ ہلائے تھے جو ہانے نے بھی ہاتھ لایا۔ "میرا خوب ہے سب میں ہوں۔" اس نے حفیہ کے ہاتھ چائے۔

پھر تھوڑا کوا۔ مہ کا ہانے اور وہ دراصل لڑائی وکاروں کو ان کی پیسے منت کر دیتی ہیں۔ بہ ان کا اصول ہے۔"  
 "بھوکھو بڈیٹان ہو گی۔" "چھ قرور کو میں مہ کوڈ کجکتی ہوں۔" حفیہ ایلی لگی تو چٹک رہی وہ دونوں اس کے پاس آکھڑے ہوئے تھے۔ ایک مرد اور ایک عورت۔ عورت نے گہر میسج اپ اور بڈی کیلا پاس ہائیں رکھا تھا۔ مگر حاجی رنگ نہیں اس کی سب مد سفاہ رنگت پہرہ رنگ بر ٹھیک رکھا تھا۔ "ہم تمہیں بہت دیر سے دھوڈ رہے تھے۔" تمہ۔۔۔ تمہارا نام ملائے سے ملائے حب امدان۔" اس شخص نے پوچھا۔ "یہ تمہارا اصلی نام ہے۔" "پ۔۔۔" اس نے حیرت سے دونوں کو دیکھا۔ عمر کے ماسانے اس کا تعارف، پہلے پہل نام سے کو دیا تھا۔ تمہارے آپ کیا کرتا

عورت بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ خوبصورت تھی۔ نیل اس کا بھر گھور تھا۔ "پتا تو بھر ہوتے ہیں کیونکر۔" اور پھر۔۔۔ "وہ بہت بے گامی سے سو کر رہی تھی۔" میں چھو چھو کے سر چڑھتی ہوں۔ "تھپا سے باپ سنے تھیں یہاں بچوں چھوڑ دیا میں کے پاس؟" "دیکھئے آپ یہ سب ٹھوسے کیوں پوچھ رہی ہیں؟" مگر کہنے ناگوار رہی ہے اسے دیکھ۔ "میری والدہ نہیں ہیں۔۔۔ میری بہن چھوٹے بچے ہے۔" "تیرے باپ سے شادی کر لی ہوگی؟" "سب سے۔۔۔" وہ کسی اور مرد کی طرف دیکھ کر۔ "یہ بچی ملکی کی ہے عداقی تو صحیح ہے ہاں۔" "تھپا ہی دارو کا نام کیا تھا؟" مرد کی نظر میں سہما تھا۔

مسلطہ۔۔۔ "بے اختیار ہی اس کے لبوں سے نکلا۔ پہلی بار بھروسہ کے لبوں سے یہ نام سنا تھا اور جانے کبھی سے کس" کو نے میں محفوظ رکھ لیا تھا۔ ہاتھ میری ہانگی میں ہوں تیری ہاں نصیب ماں۔ عورت سے یک دم بڑھ کر سے گلے لگایا۔ "اور یہ تیرا ماں ہے۔" عورت سے لب کو کہو حیران ہی سے دیکھنے لگی۔ یہ عورت اس کی ماں تھی؟ سبک اس کے لب میں کوئی جہر نہیں تھا۔ یہ عورت سے چھوڑ گئی تھی۔ اس وقت جب وہ بالکل نئی سی تھی۔ حالانکہ اس وقت سے ماں کی گواہی اور محبت کی شہادت تھی۔ نہیں وہ کیوں چھوڑ گئی تھی؟ یہ پتہ چھوٹے کوئی تفصیل نہیں بتاتی تھی۔ "آپ مجھے چھوڑ کر گئی تھی؟" لب سے سارے راتوں کے جہر۔ "وہ تو میرے ماں ہیں۔۔۔"

شانی۔۔۔ "مرد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔" لب جانتی ہوں سے ساری بات۔ "نہیں" قہقہہ کی ماں کو قہقہہ کی پتو پتو سے۔ "میں وہ کیونکہ قہقہہ سے ماں سے اپنی پندہ سے شادی کی تھی" وہ بالآخر اس نے قہقہہ کی ماں کو گھر سے نکال دیا۔ خلاق دوانی اور تہمت چھین مار۔ "نہیں۔ اس سے بے نیکی سے نہیں دیکھا۔"

آپ نے پھر بھی مجھ سے منے کی کوشش نہیں کی۔ " ہمیں 'مرگئی' آئے 'نیکن چو حمید' نے ہمیں 'مرگئی' کہنے دیا۔ کیسا سیر تو پتی تھی یہ تمہارے نے رتوں کو چاک کر رولی اور تجھے چاکری تھی۔ رے میں سے تو تیرے باپ کے قدموں پر گم کر کہ کس سے کہا کہ کس قسم سے منے کی جان بڑھانے دے 'نیکن' اس نے دھتکار دیا۔ " ہمیں 'مرگئی' بھلا دیا



اور پھو پھوستے ظالم ہو سکتے ہیں۔" پھوپھو تو اتنی نرم دل ہیں، "وہ متہذب ہی کھڑی انہیں دیکھو وہی قحی تہ تیغ  
 عظیم راہی۔ اس کے ساتھ ایک جوان تھا۔ "یہ مہ تو بہت مسرور ہیں، قہ پھل جاؤ، قہ ہار اور انکار کر رہے  
 ہے۔ گل آؤں گی میں تمہاری طرف پھر لکھنؤ میں دو دن بعد ملاقات ہوگی اور ہاں ان سے مصوہ میں واسطی  
 میں حسب میں قہ سے معاف رہے تھے۔ ایک بہت بڑی پڑور نا رنگ گھٹی کے ساتھ ہیں۔" "میں! میں آپ سے یہ  
 پھ چھنا چاہتا تھا کہ آپ کو نا رنگ سے کوئی دلچسپی ہے۔" "جی نہیں۔" "میں نے حیرت برقی معصومیت سے تہ تیغ  
 طرف دیکھا۔" "اوہ۔۔۔" "وہ مسکریا۔" "وہ میں آپ کی پھر منہ بہت زبردست قحی۔" وہ آپ کی میں بیوی کے تو یہ  
 ہی کہنے میں چاہتا تھا کہ آپ کو نا رنگ کی آواز کروں۔ ہماری گھٹی کے پڑور بہت مقبول ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا  
 ہو گا وہی فیروز لال، فیروز لال کا شہر تو سے بہت پسند تھا۔ مکمل سے دریں میں لکھنؤ میں تیری بیوی ہی وہ  
 لڑکی۔

ہاں ہاں بہت خوبصورت ہے۔" اس کی آنکھوں میں شتیاق تھی۔ "تو پھر آپ گل مجھ سے میرے اہل میں  
 منے۔" "میں نے ذہن لگا کر ڈنکال کر اس کی طرف بڑھایا تو میں نے جھٹکے ہوئے کارڈ پکڑا۔ "تو میں میدر کسوں  
 کہ میرے اگلے پڑکی مائل آپ ہوں گی۔" "نہیں۔۔۔" وہ مسکرتا تھا۔ "پھوپھو ہارت ورس کی یا نہیں۔ وہ تو  
 ہوں سے شاید میرا لکھنؤ شہر میں بھی شہرت کرنا پسند نہیں میدر۔" "اگرے کوئی مارو پھوپھو کو۔" "میں نے کہا۔  
 "اگر گولڈن پانس سے میں ہوں اس کی ماں۔" اس نے سینے پہا قدر کہا۔ "اور میں اسے ہارت ورس سے رہی ہوں۔  
 میں واسطی کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ "آپ۔۔۔ آپ نا شانی میں، شتیاق اور کارڈ؟" "لکھنؤ میں بھی لاہ میرا  
 سے میں سے۔" "آپ شاید میرا تمام نہیں ہے۔" "میرا میں میں ملکہ میں آپ کا نقار کروں گا۔" وہ وہیں مز  
 گیا۔ عظیم راہی اسے چھوڑ کر چلی قحی۔ ایک بار پھر دو دنوں کے ساتھ تہ تیغ قحی۔

دیکھ چہ! یہ پانس میں نہ کرنا۔" عورت نے سے گلے لگایا۔ "تیری پھوپھو نے میں بائیں شانی کی تو مجھ دینا کہ لا  
 ایک مرئی کی ساتھ ہو اور یہ جو میں ہے نا لکھنؤ کے پاس لی یا ہو گل وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ہم دیکھ گل منے  
 نہ ورتا۔ ہاتے میں تو میرے سے چھلی جو گھی قحی۔" وہ ہوش سے پار ٹنگ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہیں بھی ہوا

تقدیر یہ عورت سہی ماں تھی لیکن ماں نہیں نکلتی تھی جو وہاں کے ساتھ س کا تو کوئی جوڑ تھا ہی نہیں پھر وہاں سے اس سے شادی کر لی تھی۔ پھوپھو بھیجی تو کہتی ہیں کہ مزاج نہیں ملا بہا تو بہت سو رہیں۔ وہ بہت تھکی ہوئی تھی س نے پھوپھو سے زیادہ بات کہنے بغیر سو گئی لیکن سچ کا شے یہ اس کے ماری تفصیل اس کو پھوپھو کو بتا دی۔ "سنا نہ ملی تھی تمہیں؟" ہاں۔ "اس کا ایمان قابل دید تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے تھے تو زور کر کہتے میں ڈال رہی تھی۔" وہ سہجہ رہی تھیں کہ آپ نے انہیں طلاق دوائی ہے اور مجھے چھین لیا ان سے۔ "یہ نہیں ہے بیٹا" ہوس نے مشکل جواب دیا۔ "وہ حصول ہوسا رہی ہے۔ تمہارے پاس ہے اسے اجازت دے دی تھی۔ وہ تمہیں سے کہے اور طلاق بھی میں نے نہیں دوائی تھی۔ میں بھلا کیسے بھائی کا گھر جا رہی۔" ان کا رنگ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں نمی تھی۔

خیر میں سے ان کی باتوں پہ یقین نہیں کیا تھا بلکہ مجھے تو حیرت ہوئی کہ وہاں سے ان سے شادی کیوں کر لی تھی۔ ہاں "کے اور ان کے مکمل میں بہت فرق لگ رہا تھا مجھے۔" ہاں قسمت۔۔۔ "نبیوں نے حلاکت کی پوری بات سن کر ایمان بھری سہی۔ اس دور وہ بہت خوش تھی اس سے دن بھر چٹکتی رہتی۔ لی وی دیکھتی رہتی۔ شام کو خیر ٹھوکی سوئی سے کہ آئی تو پھوپھو کے ساتھ بیٹھ کر اسے دیکھا اور بہت خوش ہوئی۔ "اچھی لگ رہی ہوں نا۔" اس نے پھوپھو سے تحسنت چاہی۔ ہاں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ "اسا سب نے ہی میری بہت تعریف کی اور۔۔۔ اسے پاک یاد آیا۔ ایک شخص نے مجھے ماڈلنگ کی بھی آفر کی۔" "نبیوں میں" ان کے ہوس سے سبہ اختیار نکلا۔ ہماری ٹیم کی لڑکیاں ماڈلنگ وغیرہ نہیں کرتیں۔ میں نے تمہیں ٹھوکی میں شرکت کرنے پہ کچھ نہیں کہا کہ پھوپھو ہار شوق پورا کر لیا ہے اب کہنے کا فائدہ بھی نہیں تھا لیکن ماڈلنگ پھر کونسی ترس مع کر دے۔" قصہ میں تیرہ کی ہوئی وہ جیس ماڈل۔ دن میں کہہ گئی ہی ہوئی۔ سہی کی اچھا ہوتا کہ میں بھی۔۔۔

اس میں بھی حرج ہے پھوپھو۔ وہ کہہ رہے تھے وہ سہی صاحبہ۔ مجھے فائدہ توں کی لڑکیاں بھی اس فیلڈ میں آ رہی ہیں۔ "اتنی ہوس کی لیکن ہمارے فائدہ کی نہیں۔ تمہارے ہا بہت ماضی ہوس گئے اور عی بھی پتہ نہیں کرے گا۔" اچھا۔ "وہ ماضی جو تھی۔ وہ پھوپھو کی خوش چاہتی تھی کہ پھوپھو سے جی بونا پانا چاہتی ہیں۔ گو عوان سے اس حیثیت سے کبھی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ زیادہ تر اپنی پڑھائی اور پتہ باب میں مصروف ہو جی تھا۔

کھانے کی نہیں پڑنا شے پہ' کی وی لالچ میں' ٹنگو ہوئی رہتی تھی' نہیں عرفان نے بھی کوئی چھجھوری بات نہیں کی تھی اور دینی بھی کوئی لڑکھاگ بولے تھے' سین پھر بھی وہ اس کے سنے پہ دل میں پسٹ خاص چندہ محسوس کرتی تھی۔ پلو پلو سے تو کچی پڑ چکیں میں وہ شد بھی کرتی تھی' سین عرفان کی بات مان سکتی تھی۔ "عرفان بھی پسند نہیں کرے گا' پلو پلو ٹھیک کتنی ہیں۔" اس نے خود کو مطمئن کر لیا اور ان سے گھر پہنچے کمرے میں پٹی لگی۔ اسے کہا یوں اور نادان بڑے عمدہ دست پند تھا۔ پلو پلو میں ڈسٹرب نہیں۔ انہوں نے فوراً ٹھیک اس بات کی' تو انہوں سے پوری بات کی۔ "گرو-پہاں گھر پہ آگئی مئے تو؟" تو مئے دیکھے گا' وہ بہر حال سن کی ماں ہے۔" اور گھر ملا کہ اسے سن لگے مانتا ہے کی بات کی تو؟

ملائکہ بن نا چھو سیں سے۔ "پ کو اپنی ٹریٹ اور محبت پر یقین نہیں ہے یہ۔" انہوں نے نہیں تسلی دی۔ "نہیں" ماں ہے وہ سن کی' جنہو سے اس سے اسے ماں کی محبت کی جوگ تو ہوتی ہے' محب' اور پھر سنا ہے پڑھے اعتبار نہیں ہے' وہ نہیں مگنی گورو غار سے۔ "سین آہا! ہم اس کے حق کو چھینچ تو ہیں کر سکتے ہا۔" سین ان کے تسلی دینے کے باوجود وہ مارا دن مضطرب ہی ہیں اور مسلسل دعا مانگتی رہیں کہ سنا ہے پھر دوبارہ ملا کہ سے مئے کی کوشش نہ کرے' لیکن سنا ہے تو بتا نہیں شام تک کا وقت لگیے گزرتھا۔ "سوے کی چڑیا ہے تیری بیٹی شانوا! اب ہاتھ سے دیکھ دینا' تو تو زہر کی نہیں سن سکی' پڑیا نہ ہائے گی۔" عداوت سے اسے سمجھا پرتھا۔ "میرے ہاتھ میں کب سے۔" اسے نہ ہاتھ میں بیٹی ہے تیری در پھر بڑی بھون بھون سی ہے۔ دیکھتی کیسی شانوار گاڑی میں بیٹھ کر آتی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ حمزہ سے۔ تیری بیٹی لگی گی تو میں رگڑا دھانہ وہ پینچ سکتی ہے تجھے۔ تو سے دیکھ تھا ساتھ میڈم نے اس کا تعارف کروا دے ہوئے چاہا تھا کہ کتنی چڑھی لکھی ہے۔ "تال غرملری میں بھی چڑھی لکھی میری دوسری ماںگ سے۔" ہاں۔۔۔ "سنا ہے کوہا دی بات سمجھ میں آگئی تھی۔ خود سنا ہے ان دنوں غاصی لگی میں گروا کر رہی تھی۔ حب اللہ سے ملاقات سے کہ کچھ دن تو خوب عیش لے۔ غریب سے شادی کریں۔ کچھ لگائے بھی لگائے جو کامیاب بھی ہوئے۔ نام لپٹے سے پند کے' لیکن ان بیویوں تھا ریائید کا پدیش کو نا پدا۔ تھائی بڑی تکلیف لائی عرصہ سے تھی۔ اب پدیش۔ گریہ تھا اور آہ پش نے اس کی تورا کو بہت متاثر کیا تھا۔ بڑی بھدی اور ہو گئی تھی۔ گوڈ سکر نے کہا تھا کہ پھر عرصہ بعد تو زہر ٹھیک ہو جائے گی' نہیں رستا ہو سلا تھا۔

یعنی اس وقت جب اس کی اور ندر کی جوڑی سنبھلنے پر دو گانوں میں مقبول ہو رہی تھی یہ مسئلہ جو مٹا تھا۔ تب ندر اور صادق کے مشورے پر اس سے فلموں میں بیرونی بننے کے خواب دیکھنے شروع کر دیے۔ دو تین فلموں میں سکرما کر رہا بھی ملا۔ تب وہ بیرونی بن سکی تھی اور محض سنبھلنے کی تیسرے درجے کی کارہانہ کر رہی تھی۔ ندر بھی دھر اور مراد صاحب جیسا تھا جس مقصد کے لئے اس نے سلفا سے شادی کی تھی وہ مقصد ہمارا نہیں ہو تھا تو سلفا کا عشق بھی ہو ہو گیا تھا۔ اور سلفا صادق کے ساتھ محنت سٹوڈیوز سے دھکے لگاتی رہتی تھی۔ جسے ندر سنبھلنے پر کوئی دھماکہ پتہ نہ تھا کہ ندر یا سلفا بھی صحیح رہتا تھا۔ ان کے درمیان جھگڑے کی بڑی وجہ صادق تھا۔ ندر بہتا تھا کہ تم جو کہتی ہو دو صادق کو کھلا دیتی ہو، جبکہ تمہاری کئی پہچان میرے۔" اور تم بھی تو اپنی کئی باہر آتے ہو۔" سلفا بھی دودھ و جوب دیتی۔ "تمہاری وجہ سے میری زندگی خراب ہوئی ہے۔ ابھی کئی محل میں رہتی تھی گاڑیوں میں گھومتی تھی ہزاروں خرچ کرتی تھی۔" میری وجہ سے اس صادق کے بچ کی وجہ سے۔" دھکی سب کچھ کھوں کر دیتا تھا۔ زندگی میں یوں ہی گزری تھی۔ لکھنؤ، ٹیٹن، ٹروٹ کر کے صادق نے چھ دن میں قہر بہ کر دی تھی۔ ندر سے شادی تو بعد میں ہوئی تھی۔ دو سالہ کھسے کر رہا ہو گیا تھا کہ یہاں پہلی بار کیا کرے گی پھر سارے سٹوڈیوز تو، جوڑ میں ہیں۔ یہاں کر رہے ہیں نہیں بن سکے گی۔ تنہا چار دن قبل وہ اپنے فیصلے کے ساتھ کر رہی آئی تھی جس میں ٹانگہ لاکر ملا تھا۔ اس کشمکش سے تیسرے درجے کے ہو گئے ہیں وہ ٹھہری ہوئی تھی۔ صادق بھی اسی فیصلے میں کوئی

معلوم کام کر رہا تھا جبکہ ندر لاہور میں ہی تھا۔ دو چار روز میں وہ کسی ٹکے میں ہانے والا تھا۔ دیکھو سب کچھ صادق کے حوصلے سے کہتا تھا۔ "ہاتے ہاتے اس سے تاکید کی تھی۔ اور یہاں قسمت کی دیوی کیسے مہربان ہو گئی تھی کہ یہ جس ملاک کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ کھسپ چکی ہوگی وہ کتنی خوبصورت ہو گئی تھی۔" یہی شہزادی کی طرح نگہ رہی تھی "بے نامزدی۔" "ہاں ہاں۔" وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ کیسے سے کاروبار کرے۔ "جو جی ہے یہ ماؤں لڑکیوں کیسے پیہ کے کہتے پیہے بنتی ہیں لاکھوں روپے۔" یہ عام سی ماؤں بھی بچہ جس ہزارے کو تو کیا لیتی ہو گی۔" "ہاتے میں مر گئی۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھا۔ "اس کرے کسی طرح ہاتھ میں ہٹی چڑیا کو۔ تیری بیٹی ہے وہ



کون ہوتی ہے، اس پر قبضہ کر کے بیٹھنے کو، اور پھر دودھ "دودھ ہی دس میں مسکریا۔" کلونی ٹیش سے "ماری جانید ادکی ماسک۔۔۔ ٹیش ماسک کے ثانی۔" اسے کیا پتا کیا تک نئی ولادس، ورہید کرچکا ہوگا، زیادہ سے خوب نہ دیکھو تو۔" پھر بھی پھر تو اس کو ملے گا۔

دودھوں میں سے جو کچھ سے سیرن اسلی کے پاس مجھے تھے، ٹیکل ماسک وہاں نہیں آئی تھی۔ "اب۔۔۔" دودھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ "ہاں اس کی پھوپھو کے گھر پہنچتے ہیں، اس سے منہ۔" "دودھ سے ہے۔" "دودھ کے تو دیکھے ٹیش ہے تیری۔" "مادق سے جو کچھ دیکھا۔" لیکن وہ جو شہرہ کھڑا تھا۔ "مکانہ ڈر رہی تھی۔" "تو جس۔" اور جب وہ دودھ "قصر عریان" میں چھپکے تو ان کے منہ سے بے مینا دیتی گئی۔ "میں اپنی بیٹی سے منہ آئی ہوں۔" کسی قدر کھیر اسے بچے میں منہ دے آئے سے کہا تو وہاں موٹی سے ڈرنگ روم سے نکل گئیں۔ ماسک ماری تھی، "نہوں سے اسے بچاؤ۔" تمہاری بیٹی میں منہ۔

ماری دودھ؟ "اس سے مہندی مہندی تنکوں سے نہیں دیکھا۔" پتا نہیں۔۔۔ "پھوپھو ہے ہر بچہ، قیس۔" "تو اس کو؟" "ہاں۔۔۔" "نہوں سے ثابت میں سر دیکھا۔" جاؤ، ماسک نامش تو نہیں ہوں گے؟ "تنکوں میں بچپنا اور معصومیت سے نہیں، ماری تھی۔" تمہارے باپ، تو شاید پچھتائیں، ہاں ماسک کا میں پتا مجھے کیا ہے گا۔" "تو نہ ماسک؟" وہ سو یہ نظروں سے نہیں دیکھے گی۔ "اب اس سے تو اس کو سنا ہے تمہاری۔" یاد ہو سکتا نہیں کہنا پڑا۔ اسے ڈرنگ روم میں بھیج کر وہ اپنے کمرے میں پہن گئیں۔ وہ اس حرکت کا یہ تکیہ اس پر ہڑتے نہیں دینا چاہتی تھیں، لیکن پھر حال وہ اس کے حال ہونے کے حق کو چیلنج نہیں کر سکتی تھیں۔ مکانہ بڑی سے تانی سے اس سے ملے۔ "میں رات بھر سوئیں گی۔" دودھ ہاتھوں میں اس کا چہرہ دے دوا لہجہ نہ انداز میں سے دیکھ رہی تھی۔ ماسق سے تعریفی لہجہ میں اس کی طرف دیکھا، اس وقت وہ غضب کی

اداکاری کر رہی تھی۔ بھی اس کے ہاتھ چومتی، بھی بیٹنی، بھی تنکوں میں آنسو پھرتی۔ "اسی داکاری میں لہجہ میں کرتی، تو آج صبروں ہوتی۔" ماسق سے دل ہی دس میں سوچا، ماسک ماری تھی۔ اچھا پیر بہ مت

روئیں۔ "پ کی غلطی تھی مچھوڑ کر باتیں ٹھہرے۔" بنایا تو تم مجھے تیری س بھاپا کئی چھو بھی گئے تھیں یا تجھے۔ پھر میں نے بھی بیٹے پر ہاتھ رکھ دیا کہ تیرے مامے کے گھر میں تو اس دور وقت کی سوچی دلی ہی تھی۔ یہاں تو ہمیش سے ہتی تیرا حق تھا یا سہا سہا کی ہر چیز پر۔" وہ کوئی گشتہ بھر بیٹھی تھی۔ رات کو اسے ٹھیکر میں چنا تھا۔ "اے کچھ بیٹے دن میں یہاں ہوں مجھے منے" یا کرنا۔ میں اپنی بیوی س بھالوں گی۔ ہائے برسوں کی غلطی ہے سو کہہ۔" "اچھا۔۔۔" اس نے سر ہلا دیا۔ "خیر۔۔۔" میں روز تو دھر نہیں آؤں گی۔ کیا پتا کسی روز تیری پھو بھی چوٹ سے ہے بچہ کہہ کر کال دیاں "وہاں۔۔۔" جیسے جیسے صادق سے کہا۔ پھو پھو سے اجازت نہیں دیتی بد رنگ گی۔

اسے کیسے اجازت نہیں دے گی۔ "سنا دیکھ کر بولی۔" تو یا بچے' اپنی مرضی کی مارکس ہے۔ یا گولڈن پوسٹ" پھر نہیں منے گاتھے ملکی۔ میری بات مان سے' واسی صاحب سے مل سے۔ انھی تو فوٹویشن ہو گا پھر کیا پتا تو سٹیکٹ بھی ہو گی یا نہیں۔" "میرے ساتھ تال میں خود سے چوں گی۔" "دوہوں نہیں۔ ناخن تو اس سے کترتے ہوئے وہ چپ چپ نہیں دیکھتی رہی۔" "پ کیسے آئے؟ گاڑی ہے آپ کے پاس۔" "مے میرے پاس گاڑی کہاں سے آتی۔" سنا دے سیکھ کی غلطی اس سے چھٹی دن ملکی۔ "میں ڈرائیو سے کہتی ہوں وہ چھوڑتا ہے آپ کو۔" "رہنے دے تیری پھو بھی لگو دے گئے گا۔" "میں نے گاڑی آپ سے لے کر دی۔" "وہ اس روز اور تک سنا دے متعلق سوچتی رہی۔ یہ عورت اس کی ماں تھی' گریہ میں اور اس میں عید کی نہ بولی تو آج یہ عورت بھی اس کے ساتھ رہتی ہوئی کیسے میں یہاں

ہا کے اس بڑے مامے گھر میں۔ اسے سنا دے بہت ترس آیا۔ جو اولاد کے ساتھ ساتھ حشر میں سے عروہ تھی۔ اس کے جسم پر موجود ہاں پر گوسوتی اور خارے جو سے تھے نیکیں وہ انتہائی کر قیمت تھا۔ اسے ہاں تو رقیہ بی کو بھی ہند نہ آتا۔ پھو بھی تے اماں کے متعلق اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔ گلے روزائیں ٹیوٹ میں اس نے عید سے پوچھا۔ "عفیٰ! اگر تمہارے پاس بہت پیسہ ہو' اور تم آسان کی زندگی گزار رہی ہو' جب کہ تمہاری ماں تم سے لگ کہیں اور تنگ دستی کی زندگی گزار رہی ہو تو۔۔۔" "میں اس کی ہر ٹھکانہ سرد کروں گی۔" "غیر اسے بلا چھک کہا۔" "تم نہیں چاہتیں کیا ماں کے کئے حقوق ہوتے ہیں۔ ہم تو ماری زندگی اس کی خدمات کرتے رہیں تو اس کا حق ادا

نہیں کر سکتے۔" "دراصل دور۔" اس سے عظیم کو ساری بات بتادی۔ "تو تمہیں پتی کی کی مدد کرنا پڑے گا نہ! بلکہ  
 ہاں۔۔۔" سے یاد آیا۔ یہ ممانے دیا تھا، ٹیک سے بیٹھ کر۔ "اس سے پہلے اس سے عالم نکال۔" یہ کس بات  
 کا۔۔۔" "بھئی! اس لینش ٹو میں شرکت کا معاوضہ۔

وہ اس کے ساتھ یہ خیال چھوڑ کر اس کمرے تک آئی جہاں سدا، ابھی تک سو رہی تھی۔ صحت یار دیکھنے ٹوکے بعد جو  
 ٹھنک کر بیٹھ گئی تو ابھی تک خوب غرغرش کے مزے سے رہی تھی۔ "تناہی کر دیکھو کون کیا ہے؟" صادق نے  
 کندھوں سے چپک کر سے چھوڑ دیا۔ اور پھر ایک مداخلت کی مداخلتوں کا پیش خیمہ بن گئی تھی۔ وہ تقریباً درزیں  
 سے ملنے لگی۔ اس بیٹھنے کے علاوہ ابھی اس نے بہت بڑی رقم کا کوئی قلمی۔ اور اس کے بے حد صبر و بردہ  
 اس کے ساتھ میمن واسطی سے ابھی صرف ملی تھی، بلکہ فوٹو لینش کے بعد اس ملک کر سے کی ابھی بھی پڑی تھی۔  
 ڈراموں نے اس کے ہر روز جو مل جانے کے متعلق پھوپھو کو بتایا، تو اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ ابھی اس سے ملنے  
 جاتی ہے۔ "وہ یہاں بد بھی تو ترسے مل سکتی ہے مگر!" کچھو ششدر رہ گئی تھیں۔ "ہاں سیکس وہ درزیں یہاں  
 نہیں آسکتیں۔ اس سے بے یارانی سے کہا تو وہ حیران کی سے۔ "بھئی! ہمیں یہ چند ہی دنوں میں اس میں کسی  
 تبدیلی کی تھی۔ صادق اور واسطی اس کی ٹھیک ٹھاک برقی و ٹھک کر رہی تھی۔ اس کے ٹھیکر کے لوگ وہیں لاہور  
 پہنچے تھے، سیکس وہ وہیں ہی رک گئے تھے۔ "اس نے اس کے فون پر فون کر کے تھے۔" "میں کوئی غلطی مل گیا ہے۔  
 وہیں چاہ۔ مجھے مجھے میں چاہیے" تو ابھی رات چھپا۔

تو چلا جا میں نہیں جاسے کی۔ "صادق کی بھی نوکری واسطی تھا، لا آخر وہاں نے کھینے تیار ہو گئے۔" میں بھی چوں آپ  
 کے ساتھ؟" ملاک سے پوچھا۔ ان دنوں وہ پھوپھی سے بہت کھید و غمور رہی تھی۔ "اسے نہیں چھوڑا" صادق نے  
 فوراً کہا۔ "تو میں نہیں روہم سے تنہی نہیں رہیں۔ تری پھوپھی نے ماں میں کہا اسے تجھے۔ مثالی کا کیا ہے پہلے بھی تو  
 تیر سے بچ رہی۔ جتنی تھی اس تو میرے رہ رہ کر تھا۔" "اچھا۔۔۔" ملاک کو اس سے وہ بہت عقلمند لگے۔ "تو نے  
 صادق پر کیا محب کیا؟" اس کے جانے کے بعد اس سے پوچھا۔ "اس کے یہاں رہنے میں فائدہ ہے مجھے" ابھی کیا ہے  
 وہ اس کا، شہر آئے دے۔ واسطی صاحب کو لینش ہے کہ وہ تو رات مشہور ہو جائے گی۔" پھر کیا میرا سے

سے چلیں گے؟" سب سے اشتیاق سے پوچھا۔ "تمہارا کہنے لگی اس اس دو کہے کی کہوں گی۔ یہیں رہنے دے دے۔" صادق کے وہیں مل جانے کا یہاں تھا، وہ ہمیشہ دور کی کوڑی لانا تھا۔ سب نے اس کی متعفن قہقہے بہہ چپ ہو گئیں۔

ملائکہ اس کے پاس سے اواس تھی۔ اسے چھو چھو ایک دم ہری لگے گی تھیں۔ سے سات کی پائی ہونی سر ہریات پر  
تھیں تھا کہ عربت کی دوسرے اس کی سب پر بہت خلم ہو اور اس عہد میں چھو چھو کا کر تھا اور وہاں تو یہ نہ تھے۔  
اس کے گورنر ملکہ جو چھپے تھے۔ کئی لوگ اس کی سب بھی مل گیا تھا۔ اس کے ہاں کو بتایا کہ اس سے چھو چھو سے کہا  
کہ وہ سے ملائی سے دس۔ سلاطین، مہر، چاہنگ تھی۔ ملائکہ نے دو گھر پر ہی رہنے لگی تھی۔ اٹھارہ کی شوٹنگ سلاطین کی  
موجودگی میں ہی ہو چکی تھی۔ چنانچہ چھو چھو مضمین ہو گئی تھیں اور چھو چھو تھیں کہ بعد از مدد کی کی شادی کر کے سے  
عرفان کے ساتھ سیدہ انجی دس۔ نہیں سلاطین کے ساتھ اس کا میل جو ہر گز پہنہ نہ آیا تھا اور اس سلسلے میں ہوں  
سے بھی ہر عرفان سے بات بھی کی تھی۔ اس کی جان صرف چند ماہ کی بات سے۔ آپ یہ شادی کی تیاری کر رہے۔  
انہوں نے خود دوسرے کی پہن کی گاڑی نکالی تھی اور سلاطین دونوں گاڑی پا کر بہت خوش تھی۔ اسٹریٹ سے  
پوچھ کر پل جاتی۔ یہی کھار سیرماں واسٹی کی طرف ہل جاتی۔ جواب سے بہت چھو چھو تھا ہر شخص اس کی تعریف  
کرتا تھا۔ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ پھر اس کا شہد آن اڑ ہو گیا۔ یہ وہ تھی۔ کتنی ہی دیر تک وہ حیرت ہی خود  
کو دیکھتی رہی۔ عجیب ہی خوشی اور مسکائی اس کے وجود میں دوڑتی رہی۔ سیرماں واسٹی نے سچ کہا تھا اس سے یکساں  
سات رات ایک شہرت حاصل کر لی تھی۔

کئی دو گون سے اس کے ماتھے کا ٹیسٹ کرنے کی کوشش کی۔ روپنی شہزادی غلام کے سنے سے چنپا رہے تھے لیکن سیمان واسطی نے اس سے مجھ دیا تھا کہ وہ صرف اس کی فانی کے سنے کا کام کرے گی۔ وہ اس روڈ پر یہاں اس کے گھر چلا گیا۔ یہ کنٹرول سائن کر دینے پر پچھلے شہزاد کی رقم لاپتہ دینے۔ وہ چیک و نقد میں لئے حیران سی پھٹی تھی۔ جب پچھا پھوڑا، گنگ روہ میں داخل ہوئیں، نوکرائی سے بتایا تھا کہ بی بی سے ملنے کوئی صاحب آئے ہیں، اور انہوں نے سوچا کہیں کہ محنت صادق نہ ہو۔ اس سے جلدی جلدی نماز ختم کر کے چلی گئیں۔ "یہ میری پھوپھو ہیں۔" ملائم



سے متعارف کر دیا۔ "تشریف رکھئے" کیسے آنا ہوا۔" نہیں سے ہاتھ کے اشارے سے سے پیشنے کے سے کہا۔ ایک صاحبہ ملائکہ نے میرے ایک شہار میں کام کیا ہے۔ میں ایک پڑا نا ترنگ مٹھنی کا لک جوں اور میں انہیں پٹی ایک دور شہار میں فائدے کے سے ہک کرنا پڑتا جوں۔" وہ مٹھنی اسے دیکھ رہی تھیں۔ "کیا مطلب۔۔۔ ملائکہ! یہ صاحبہ کیا کہہ رہے ہیں؟" ملائکہ نے غلغلہ میں جھکا لیں۔

دیکھتے صاحب "اہوں نے مشکل اپنے غصے پر قابو کر دیا۔" صاحبہ نے ٹوک میں اور ہمارے پاس "لاکھوں ایسے شعبوں میں نہیں جاتیں" اور وہی سے ہاتھ کیا تا ہے۔ اگر اس سے نادانی میں میرا جانتا ہوا کام نہیں ہے "تو" ہندو کے سے میں معدرت خود جوں۔" میں اسے دیکھتی تو خود حیران تھا وہ عورت جو خود کو مکمل کی ماں کہتی تھی۔ ایک صاحبہ دیکھ کر ہرگز گھگھوڑ رہا تھا یہ بات تھی۔ "لیکن" کچل تو بہت تھجے گھر فون کی ہجیوں۔۔۔" اس سے "سہا" تو پھو پھوٹے ہاتھ کر سے روک دیا۔ "پھر" سہا جانتے ہیں۔ "مگر پھو پھو۔" "تو" چہرہ جو ملائکہ۔ "سہا سے زندگی میں پہلی بار سے گھر کا۔" "تو" اتنی خود مختار کیسے جو نہیں کہ قہر سے اتنا بڑا قدم اٹھایا۔ "یہ بات تھی جو میرا عورت ہوئی سے معاشرے میں ن ماں لڑکیوں کی۔ تمہارے ہا میں گے تو کیا کہیں گے" اور سہا کے بعد تم پہلی بار نہیں ہوا کی۔ ہڈی سے کہتے ہیں۔ "وہ" "تو" سہا کی "نہیں" اس کے اندر خود مر جاتی تھی۔ ایک تھی بڑی رقم کا چیک تھا اس کے، "فون میں" پھر گھر کی پٹی کشش تھی شاید یہ خود وہ توڑ دیتی، اگر سہا اور صادق کے فون نہ ہوتے۔ نہیں سے نہ صرف یہ کہ اسے بہت بہت بہرہ برداری تھی بلکہ اسے کیا تھا کہ وہ مزید کام کرے۔ اور ایک دن یقیناً صحت اس کی مارتا لڑکی اس کا شمار ہو

گا۔ "مگر پھو پھو بہت نا اطمینان میں تھا۔" "صحت" پھو اس پر۔ "تو کوئی سہا کی غلام ہو۔" "فون" سہا نے سہا کو "بلکہ" ابھی فون کر دوا سہا کو نہیں کسی اور کو دے لے لیکن دیکھو پھو کام میں سے لے کرنا ہو گا۔ اس سے پہلے بھی رٹنا دیا ہے تمہیں۔ صادق آپ سے فون کر دینا" "ان" سہا کے ساتھ معاملات وہ خود لے کر لے گا۔ "مگر کبھی دن تک اس کی صحت نہ بدلی۔ پھو پھو سے اس سے بات چیت تقریباً بند کر رکھی تھی۔ اس روز لا لاکھ میں وہ فون سن رہی تھی اور وہی ہوا اس کا شمار میں ہا تھا۔ غصے سے فون بچ کر نہیں سے فون کا سوچا تھا فون میں ہا رہی تھی

”نہیں۔ کتنا اس چلتا تھا اس کا کہ وہ اس لا شہرہ و بھیس‘ اس کی بدنامی میں نہ رہ کر میں‘ لیکن ان کا غصہ تو کم ہونے میں نہیں رہا تھا‘ خود اس کو پناہ شہر اٹا چھوٹا تھا کہ اس کا پی چاہتا تھا‘ کہ لی وقی بدی ہوتا رہے‘ اور وہ دیکھتی رہے۔ عداوتی در سنا۔ ہر روز اسے فون کرتے‘ لیکن اس وقت جب پھو پھو سونے کے لئے اپنے کمرے میں جا چکی ہو تیں۔ وہ عموماً عشاء کی نماز ہے کمرے میں ہی بیٹھتی تھیں‘ اور یہ بات اس نے ہی سنا۔ کو بتائی تھی۔ ”اے اس کو ملکی میں اور عداوتی آجاتے ہیں‘ تو آج اس سے پاس پھر دیکھو میں گے۔ بڑی تلی پھو پھو گئی‘ ایسے اجازت نہیں دیتی وہ تجھے۔ اسے یہ تیر کی زندگی ہے اس پر تیر پہنچتا ہے‘ یہ کہ اس کا وہ نہیں پوچھتی‘ تو چاہوں میں کچھ شہرت حاصل کر لے۔“ وہ اس کے کانوں میں زور اڑاتی رہتی تھی‘ اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔ پھر پورے چھ دن بعد پھو پھو نے ایک سنگ ناشی کی میز پر اس سے کہا۔

”آج تیار ہو جا جو رنی طرف جانا ہے‘ اور کچھ ٹاپنگ کرنا ہے‘ تمہارے ویڈیو ڈرامے میں بھی جتنا سے قدم دیکھو بہتر کون سا کر دیتا ہے‘ عرقان اور تمہارے یہاں رہے میں اگلے مہینے‘ اور تمہاری شادی ہے۔“ وہ حیرت سے منہ کھوسے پھو پھو کو دیکھتی رہ گئی۔ اس کی شادی جو رہی تھی‘ سے خبر بھی نہیں۔ بالائی بال پھو پھو نے یہ کیا ہوش کون تھی۔ عرقان کو تو تین پاروں تک نہ تھا پھر۔۔۔ ایک مح کو اس کا دل بگبگ طرح سے دھڑکا۔۔۔ عرقان۔۔۔ عرقان نے بھی اس سے کوئی یہی بات نہ کی تھی جس میں تحقیق ہو لیکن ہاتھ سے وہ اس کا دیکھنا وہ کئی دن تک اس طرح رہی تھی۔ عرقان بہت نرم مزاج کا تھا۔ ”وہ وہ تیرا گھر ہے جہاں دس دسے گا۔ اس نے خوشی دن سے سوچا۔“ تاپا پھو پھو نے گاتھی شہرت‘ تاپا گھر۔“ اس سے آٹھ گیس موٹر کر خود کو شہرت کی بلند یوں پہنچا دیکھا‘ اور پھر خاموشی سے بچ کر تیار ہونے چلی دی۔ اس سے بہت عورتی سے اپنے سے ویڈیو ڈرامے میں چند مہینا تھا۔ جو رنی بیچنگ کی خریدی گئی تھی۔ پھو پھو بار بار کھوحتی نظر دس سے دیکھتی تھیں اور پھر جیسے اس کے چہرے پہ طمانان نہیں ہوتا‘ مگر اس رات جب اس نے سنا نہ کو بتایا۔ اس کی شادی جو رہی سے تو وہ حیران رہ گئی۔ یہ ہچک کہ اس کو تاپا پھو پھو کی سنے۔ ”عرقان سے باہر گئی اس سے ہیں۔ عرقان پھو پھو کا بیٹا ہے۔ آپ‘ تاپا در میر کی شادی میں میں پھو پھو اور ہا سے ہانڈ سے وہ گئی‘ وہ مع نہیں کر سکتے۔

لو تیری چوہا تو بھی منگی سے پھر۔ " صادق نے جھپٹہ لگایا۔ وہ اس وقت سڑک کے گھر میں ہی تھا۔ ہماری تو قسمت  
 ہی کھوئی سے ٹائی۔ " تو مجھ کو صاف کہتے " سڑک بھی پریشان ہو گئی۔ " لچھا پک بچ کر رہی چلتے ہیں۔ " اور وہ  
 ٹہر رہا۔ "؟" " کہہ دیتا اس سے ایک ہر نیوٹ ہر دو؟ اس سے اس میں جانا ہے۔ " صادق کے پاس ہمیشہ ہی جوب میو  
 رستے تھے اور پھر صبح ہی دو کر پتے چٹختے گئے تھے۔ یہ ان کی قسمت بھی تھی کہ جب وہ اس سے ملے " قہر ع فان " گئے  
 تو وہ گھر پر، انکی تھی۔ پھر پھوڑا۔ قہر دور دور کے ساتھ شاہک کے سے لگے ہوئی تھیں۔ اسے میں کہتی ہوں  
 آنکھوں میں آنکھیں ڈس کر بات کر پھو پھو سے نہ خرید نہیں سے اس کی " کہہ دے۔ " گئے پنی مرنی سے اپنی زندگی  
 " نہیں سے۔ " لگائی نہیں کرنا اس کے پیٹے کی تیر سے کے " کور شے جگہ۔

وہ کوئی دو گھنٹے پہلے ہی اس کو سمجھاتی رہی۔ مگر وہ موش پٹختی اس کی باتیں سنتی رہی۔ ابھی ابھی صادق بھی ہوں نکلتا تھا۔  
 ان کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد پھو پھو آگئیں۔ جو کہہ اس سے سڑک کی آمد کا سن کر وہ رو پھوڑا ہوئی ہی رہی تھی میں  
 آئیں۔ " کون آیا تھا ملائکہ؟ " اس اور ماما سے گئے وہ بے حد ہر سکون سی ٹھٹھی یا خوں کو تروا رہی تھی۔ " کیوں  
 آئے تھے؟ " ان کا صرخاب چپو سے نہ چھتا تھا۔ " سے آئے تھے مجھ سے۔ " " پھو پھو! ماڈنگ کرنا اور ماڈنگ کی  
 ماڈنگ بنامیر کی شہید خواہش ہے۔ مجھے ماڈنگ ملے۔ " اور میں نے آج سیمین و سٹی کو فٹ پر بتا دیا ہے کہ میں ان کا  
 کمر بکنے میں کرتی ہوں۔ " یہ عزت کو بھی بتا دینا۔ " حد میں اسے کوئی فکھ نہ ہو۔ " پھو پھو حیرت ہی سے دیکھ  
 رہی تھیں۔ " ملائکہ! تو جو شہر میں سے تار یہ پٹتے تھے اس نے پڑھا ہے۔ " میں جانتی ہوں۔ وہ تیری دشمن سے  
 دوست نہیں ہے۔ " وہ میری ماں سے پھو پھو اور ماں بھی ٹائی کی دشمن نہیں ہو سکتی۔

تو اب پوچھو۔ " مگر وہ تو فیصل تو پہل گئی ہیں۔ " وہ دن تک آئیں گی۔ " سب کو ماما سے تو " جی کی نکل کرنا ہے۔ "۔  
 میں تو نہیں بیٹے اتنی تھی۔ " وہیں بھی تھوڑی پھو پھو تو قربات مانتی ہیں تھوڑی سی کسب کی۔ " اور وہ غصہ  
 کے ساتھ اس کی ماما کے پاس پہل گئی۔ انہوں نے اسے ہند کیا۔ پھو پھو کو فیصل " ہاؤ میں زیادہ دن تک گئے " کیونکہ  
 ان کی نڈ کا انتقام ہو گیا تھا۔ وہ غصہ اس کے ساتھ نہیں سے اس کی ماما کے بوجھ میں چلی جاتی تھی۔ " سے ماما۔ "۔  
 تھا اس رہبر اس میں۔ پھو پھو سے ان بہت ہو جاتی تھی۔ وہ تقریباً روزی اس سے فون کر کے خبریت پوچھتی تھیں  
 اور سے پریشان نہ پا کر بہت ایس محسوس کرتی تھیں۔ انہوں نے ع فان کو بھی بتایا تھا کہ وہ ملائکہ کو کہتی ہی چھوڑ

آئی ہیں۔" "وہ ماسودہ بونٹی بولی، ہمیں ہمارے خوف کے اس کا انتقال ہی نہ ہو جائے اور ہمیں وہ اسے دلوں سے بھونکی قیامت بٹھائی ہو۔" "مذاق نہیں عقی، ملکی بہت سمجھدار ہے" اور اب وہ بھی بچی نہیں ہے۔ ماسوز کو بچی تجھ پر) بھی جو پائے گا۔" (وہ خوش) Experience ہے۔" "چلیں آپ آتی ہیں تو میں جتا ہوں۔ بعد میں دن سے بولا تھا۔ گو وہ ملائی طرف سے مطمئن تھیں پھر بھی وہ دوسروں کے بعد سب کے روتے کے پاؤں پر آئی گئیں۔ مگر نہ بہت مطمئن اور خوش تھی اس سے ان کے آتے ہی اپنی فلیش شو میں کٹر محبت کے متعلق نہیں بتایا تو وہ ایک لمحہ کو چپ ہو گئیں اور بعد میں فلیش شو کا اہتمام ہوا تھا۔ وہ کیا گئیں اور وہیں بھی اپنی زندگی میں پہلی بار اس نے پکا ہر شخص سے

وہ بڑے اعتماد سے بول رہی تھی۔ یہ مگر کتنی جوہر چھوٹی بڑی بات ہی کو عرفات کاٹن اٹھیا وہ بہت سنجیدہ تھا۔ بات ان سے پوچھتی تھی اور وہ کہتی تھیں۔ "مگر نہ بڑی ہو پاؤ۔" اور "جوان کی آنکھوں میں" ہمیں بڑے کھڑکی تھی۔ وہ دھواؤں سے باہر ہوتی گئیں۔ ان کا لب لعلوے لعلوے ہوا تھا۔ اس فحشی سی چٹان کو وہ سنے ہال پر آ تھا اس کے سنے خواب دیکھتے تھے سے سب سے لڑے بچنے کی دیکھ جاتے تھے۔ کیا اس کے دودھ کا ٹھون کی تربیت بدلتا ہے آٹھیا تھا۔ "الہا صبح کتنی تھیں۔" "مگر نہ لے، نہیں خدوش سے جاتے دیکھ کر سوچ۔" "مجھے شرم ہے میں ہی چھو چھو سے بے رحم کہ بات کہہ پائے تھی۔ میرے اندر ٹینٹ ہے تو میں کیوں نہ اسے آزمائوں۔ ٹیکس ہے میں گئی وہ ملکی صاحب سے مل کر معاف کر دیتی ہوئی۔ اس اور صدیقی ماما کو سترے لگ گئے۔ وہ بڑی مطمئن ہو گئی تھی اور سنا کہ کوشش میں فون کر کے سے ساری بات بتا دی تھی۔ شاپاش ٹیٹی اور نا نہیں سمجھیں نا اور۔ تیرے سنے ہی سنے ہیں۔ "مذاق ہی کر کے" مذاق سے چارے لے کر یہ کہی سے دھاویا۔" "ٹیکس سے میں آؤں گی تو پیسے بھی ملتی آؤں گی۔"

پتھر پتھر اپنے کمرے میں ہیں میں بھاتی ہوں۔" "مجھے لڑے بات کرنا سے ملکی" یہ ایسی جان گیا کہہ رہی ہیں۔" "اب میں صاف گھر مٹا چکی ہوں مجھے شوق ہے۔" "تم نے شوق پور کر لیا مگنی؟" عرفات نے سمجھا یا۔ "دیکھو ہمارا ماحول ہمارا نہیں سمجھتا اس کی اہانت لیں دیتا اور ساری میں پہرہ کرتا ہوں کہ میری بیوی۔" "نہیں مجھے پسند



سے۔ "پتا نہیں میں اتنی جرأت کہاں سے آگئی تھی۔" دیکھو ملائکہ ملائنگ یا میں تمہیں دونوں میں سے کسی ایک کو پسند ہوگا۔" ایک لمحہ کو اس کا دل ڈوب سا گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے سٹار کے غاٹے کے کانوں میں گونجنے لگے۔ "تیرے قدموں پر سینکڑوں عاتقان پیسے لڑکے سر نہکیں گے سبکی! تو ایک بار غور کی دیا میں تمہارے کہ تو تو سب سے میری جان' شہزادی سے۔" "میں ملائنگ نہیں چھوڑ سکتی۔" دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی، پھر عرفان کی "واژہاں دیکھو۔"

اُس کے میری طرف سے قرآن آ رہا تھا۔ "اس کا دل جسے نیچے مگر میں اس کا دل تھا۔ وہ کتنی اذیت دینا چاہتا تھا۔" وہ کتنی اذیت دینا چاہتا تھا۔ "تھوڑے سا تھوڑی رہی۔ شاید دونوں طرف نہیں دیکھتا تھا۔ عرفان کو نہیں تھا کہ وہ سے کبھی چھوڑ سکتی، اور اسے نہیں تھا کہ عرفان اس کی ضد مان سے کاربھی دونوں پہلے اس نے اپنا ویلنگ ڈرائنگ پسند کیا تھا۔ اور۔۔۔ کچھ دیر دو سب سے بند پڑ گئی روٹی رہی۔ اس وقت صرف سٹار تھی، جو اسے تسلیم دے سکتی تھی۔ اس نے ٹوٹے دس پدمر ہم رہ سکتی تھی۔ سو کچھ دیر بعد وہ آنسو پونچھ کر مٹھی دے کر سے فون کرے لگی۔ "تمہارے ہاتھ کتنے صحت مند ہیں۔" سن کر سٹار سے شاباش دیتے ہوئے کہہ "تجروا کیلئے دفتر پر ہمارا صادق دوست میں بھی آتا ہے کہ۔" صبح ناشتے کے بعد وہ تیار ہو کر ہمارے کئی تو پھوپھو کچن کے پاس گھوڑی۔ قید کو کچھ ہیات دے رہی تھیں۔ میں کام سے جاری ہوں۔ انہوں نے میں مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سے شاید مٹھ کر رہیں، انہوں نے مجھے نہیں کہا تھا۔ ایک کسمیر سنچو کی ان کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی، وہ اس کے حہ بھی انہوں نے گھمبی سے نہیں "سنے جانے سے نہ روکا وہ کہہ کر گئی ہے" کہا جاتی ہے؟ نہیں جیسے اس سے کوئی سروکار نہ رہا تھا۔ جس رات اس کی ٹوٹ گئی تھی، وہ صبح دیر سے آئی تھی لیکن پھوپھو نے اس سے کوئی باز پڑا نہیں کی تھی۔ سٹار نے اور صادق مستحق کر پڑا میں ہی رہ رہے تھے اور تقریباً ہر روز

ہی ملائکہ سے ان کی ملاقات ہوتی تھی۔ ملائکہ کے پیسے ہی بدلتے اسے خاص مشہور کر دیا تھا۔ چند ایک ٹی وی پروگرام میں اس نے بھی اس سے رابطہ کیا تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ وہ ان کی سیر میں کام کرے، اور سٹار نے ہمتی تھی کہ وہ پھوپھو کا گھر چھوڑ کر اس کے ساتھ لاہور چلے، لیکن صادق یہ سب نہیں چاہتا تھا، وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ کچھ سا منصوبہ

جس میں زیادہ سے زیادہ سب ہاتھ بٹ سکے، لیکن ابھی دو کوئی، کچھ عمل میں آئے کر پتا تھا کہ صدمہ کو ایک فلم میں کام کی آفر مل گئی، اور وہ بھی ایک بڑے فلم ساز آفتاب علی کی طرف سے۔ سید نے درمیان تو خوشی سے پاگل ہو گئے۔ "سکلی! اس پاس کو میں نہیں کرنا، فوراً میرے ساتھ نہ ہو، پھر تو نہیں پاتیں، آفتاب علی کا نام، کامیاب فلم کی ضمانت ہے۔" لیکن صدمہ متذہب تھی۔ پتا نہیں چھو پھولا سوچا ہے نہ اس کی یا نہیں کیا ہو گا جو روک میں۔ گوس کا اب خود بہت چارہ ہاتھ۔ اس روز آفتاب علی، سینما دسلی کے منوہ میں پاس تک ہی آئے تھے جیسے وہ اپنے بیلڈی نائل، پیر مل کر رہی تھی۔ "مجھے پتی تھی فلم کے لئے ایک سے چارے کی بلور تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ میری تلاش ختم ہو گئی ہے۔" تبوں نے اس سے کہا تھا اور تب سے ملا۔ اور صدمہ کی نواں میں ڈر سے تھے۔ کچھ دن وہ سوچتی رہی لیکن صدمہ سے مسلسل اکڑ رہی تھی۔ تب میں نے، اور جانے کا فیصلہ کر لیا اور ایک بیج لاشے کی میز پر چھو پھولا کو مخاطب کئے بغیر ادا کر دی۔ "میں ایک دو روز تک لا سو رہی ہوں۔"

چھو پھولنے میں ڈر کی نظر اٹھ کر سے دیکھا اور پھر پتی پہلی میں چارے ٹھٹھنے لگی تھیں۔ وہ کچھ دیر تو منظر نظروں سے اٹھایا دیکھتی رہی کہ شاید وہ چھپیں نہ لہو، میوں چارہ ہی ہے؟ نہیں نہیں اسے تو چچا تک نہیں۔ "نہیں سے مجھے پتا ہے، لیکن یہ میرے خاں صاحب کہیں ہیں۔ صدمہ کی صحیح پتی میں کہ ان کے سینے میں میرا درد نہیں ہو سکتا۔ اس درد تو اس کو ہی ہو سکتا ہے، ابھی میری جھڑی در بھڑی کا سوچ سکتی ہے۔" دو ایک غنمی ہی نظر آں کر سپے کھرے میں آگئی، اور صدمہ کو کھرے میں "تیری فون کیا کہ وہ لاہور جانے کے سے تیرے۔" تیری چھو پھولنے سے کوئی بھڑا تو نہیں ڈالا، صدمہ خوش ہو گئی۔ نہیں۔۔۔ "میں شکر ہے تو تیری پچھان تو کوئی کام ہے۔ دو تین روز تک پھٹے ہیں۔ تو ہنسنا، صدمہ سے بیانا۔ پیر، اچھا، زیور، شیور۔۔۔ جانے کتنے دن غمراہ پڑے۔" اس نے جو چیمک دیا سے ماتھے وہ بھی کیش کر دینا۔ نکلت نکلت بیٹا ہو گا بھڑکا۔ اب تیرے ساتھ ٹرین میں تو نہیں ہائیں، بے عرق ہو گئی۔ "اگے دو تین دن وہ تیری کرتی رہی کچھ سے پیرے عزائے، لیکن اس لاشیں تھا کہ جتنے بھی دن لگے بہر حال لوٹ کر تو اصرار آتا ہے، اس نے میں نے زیادہ وغیرہ تو نہیں کیا، اب چیمک کھر کھن تھی۔ میں جو مسموم زیور پیٹنے ہوئے تھی، وہی اس کے خیال میں بہت تھا۔ پھر بھی اس پٹی کیس اور ایک چیمک ہی ہی گیا تھا۔ صدمہ سے اسے فون پر بتا دیا تھا کہ پھر صبح حیدر نے اس کی فلاح ہے، وہ باتیں کندھے پر بہت تھکے اور نہیں، ہاتھ

سے اٹھ کر نہیں ٹھہرتے ہوئے ہے کمرے سے باہر نکلی تو اسے عرفان کو رانچ میں کچھ سے دیکھو

کر لٹک گئی۔ اس کے ساتھ ایک کمرہ لڑی تھی۔ یہی کوئی سترہ تھارہ سال کی۔ وہ جیہن تی سے دیکھنے لگی۔ یہ عرفان کب آیا جتنا یہ رات کو کئی وقت۔ "دو تو سر شام ہی اپنے کمرے میں گھس جاتی تھی۔ چھو چھو کو بیٹنا اس کی آمد کا اندہ ہو گا" سیکر نہیں نے مجھے بتانا بھی گو نہیں کیا۔ عرفان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر ایک لمبی اور چھری سانس دی۔ "نہیں جارتی ہو چاہیہ" "ہاں۔۔۔" اس سے ثابت میں مر دیو۔ کتنے دن کا بدو گرہ سے۔" اس نے بھاری دیک اور بھی نہیں کو دیکھا۔ "معلوم نہیں۔" وہ اپنے بڑے بھائی کی ٹھوس کہہ رہی تھی۔ "میری شادی تک رات پانچ بجے عرفان سے ایک کھوتی ہوئی سی نظر میں پڑاں۔ مجھ بھر کو اس کے چہرے کے توش میں رتہاں پید ہو" سین دوسرے ہی لمحے وہ مار مل ہو گئی۔

پہ شام سے عرفان سے اس لڑی کا تعارف کر دیا۔ "میری والدہ۔۔۔ در تھارہ سال سن۔۔۔ سیکر سسر میرا" مطلب ہے نکاح دیں جو مجھ تھا ہائی تقریباً یہاں بولی کی۔ ماموں جان بھی تھا میں نے۔ ہفتہ دن تک کچھ کام تھا نہیں۔ "لڑی کے رشتہ کا گلاب ہونے اور دھیریں سے دیکھ کر اسے میں غائب ہو گئی۔ اس سے سیکر ایک کھنڈ سے دوسرے کھنڈ سے جگہ منتقل کیا۔ "اوکے۔۔۔ میں پہنچتی ہوں۔" ملائکہ نے بہت دیر سے روکی ہوئی ماس کو "داد سیکر" در تھوڑا سا تھک کر ایک سے سترپ کو بکڑا۔ عرفان نے سیکر سے سترپ اس کے ہاتھ سے لیا۔ "ہو۔۔۔" وہ خاموشی سے سیکر کتہ حواس پڑھنے کے ہوئے ہوئے چلنے لگی۔ "ملائیکہ" بچی گھس گاڑی کی ڈی میں رختے ہوئے عرفان نے کہا۔ "یہ تم سے چھ نہیں کیا ملائیکہ" اسے ساتھ لے میرے ساتھ۔ بلکہ جس کے ساتھ بابا کو اپنی کو سب کو تھارہ بہت صدمہ ہے ملائیکہ میں مجھے تو تم نے صدمہ دیا ہے۔ پتا نہیں تم نے مجھ میرے متعلق جس طرح سوچا تھا یا نہیں لیکن میں سے تمہیں بہت سوچا بہت پتا بہت محبت کی تم سے۔ میں نے تم سے کبھی محبتوں کا فہرہ نہیں کیا سین

میں تمہیں سمجھتا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت سے پھر بھی تمہارہ رہی نہیں۔ ابھی ان سب باتوں کا وقت نہیں تھا۔

میرے پاس تو تمہارے سے اتنی محبتیں تھیں ملائے کہ ۔۔۔ "اور سارا کام نکالنا کتنا کھڑی تھی۔" تمہارے بھی  
میری "تھکوں میں نہیں دیکھا؟ کبھی یہ تھکوں میں کیا کہ میں تمہارے سے کتنا محبت میں؟ تمہاری معمولی سی  
لکھت پڑا، تھکوں میں تھیں تھیں۔ تمہارے دس میں بھی میرے سے بہت بڑھ چکی تھیں جب تمہارے بھانجے  
تمہارے بھانجے کو نہیں چھوڑ سکتیں، ہاں مجھے چھوڑ سکتی ہو تو ہانتی ہو گیا ہو۔ تمہارے میرے دسوں کے بھانجے رنگ لکھ  
کو خاک میں ملا دیا۔ میں کہنے ہی دن شاہ میں رہا کہنے دن پاگلوں کی طرح پھر ۔۔۔ تمہارے ملائے تم  
سے مجھے ملا دیا۔ "وہ ایک دوسری تھی سے مراد اور تمہارے بھانجے کو سے نہ پڑا عیا۔ منہ لگا رہی تھی وہ بھی بھانجی ہوئی  
اس کے پیچھے ہٹی تھی۔ اس سے سوچی گئی اور کچھ تم تو میرے سے سب سے اچھے ہو مگر ایک رنگ سب  
تمہاری محبتوں کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ "نہیں دوسرے ہی تھے دو خوشحالی کی عمر لڑکی ہوں گے سب سے  
پیارے باپ کی بیٹی تھی۔ اس کی "تھکوں کے سامنے سکتی" اور "دن کی" اور "بھانجی" ہو چکا ہے۔ "اوہ" اس  
سے اتنی شدت سے کہے ہوئے کہ وہ تھک تھک دیا کہ خون تھک گیا تھا۔ "بھانجی" ہاں بی بی۔ ۔۔ ؟

ڈیوڈ اگرچہ ہرچہ رہا تھا۔ "میرے پڑا۔۔۔" اس سے ملانی موز کر دیتا دیکھا کہ تھا گروڈ کچھ دن اور کھاتی اور ہا  
سے اس کی محبت ہو جاتی۔ کتنے سارے حدود آ رہے تھے نہیں کیا وہ ان کا منہ کر سکتی۔ "خیر جو ہو ہو ہو۔ ایک  
بار مجھے پتا نہ گئی کہ میں چھوڑا ہو گیا۔ پھر پھر بہت دیر مجھ سے ناراض نہیں رہ سکتی کی اور  
باپ تو۔۔۔" مدد سہی مسٹر بہت سے کہے ہوئے کو چھوڑا نہیں دے تھی کہ "نہی کے بعد وہ بھی س گھر کے  
محبت میں دخل نہیں ہوئی۔ سے فلہ میں توپا نہ مل سکتا تھا۔ "نہی ایک لڑکی ڈرامے سے اسے راتوں رات شہرت  
کی بلند ہو بہ پہنچا دیا تھا۔ اس کے متعلق گریہ بھان تاکہ وہ اتنی درجہ لگی تو کچھ فائدہ تھا۔ اس کا حال اس کی  
مصنوعیت، دہات، تعلیم اور رنگ کی تعریفوں سے شہر بھر سے تھے۔ وہ دھڑا دھڑا اور بوجھ رہے تھے۔ وہ اس  
گھر میں رہی تھی۔ چھپے مڑ کر دیکھت دیکھتی اگر کبھی فیوٹ کیا بھی تو قدم نہ ڈھکیں کہ اس کی یہ غلطی تو معاف کر  
لینی دینی تھی۔ "نہی جو اس کی غلطی اس سے سرزد ہو گئی تھی" وہ یقیناً قابل معافی نہ تھی۔ لہذا۔ اس کے چند ہی دن بعد  
معدنی کے مشورہ دیا تھا کہ اس کا کالج اس کے بیٹے اندر سے کر دیا جائے۔ اس صورت میں یہ خطرہ نہیں رہے گا۔  
محبت اور محبت کچھ کر سکتی ہے۔ وہ جس سے پا لائیں کر سکتا ہے۔ باپ ہے تمہارا اور قانونا وہ نہیں زبردستی لے پا



سکتے تھے کہ انہوں نے خود سے اور دوسرے کے لئے لکھا تھا کہ اس کا نام بد کوئی حق نہیں

ہوگا! سب تمہارے ہو! اس لکچر کے بعد تمہاری پوزیشن مضبوط ہو جائے گی۔" "نہیں۔۔۔" ملازمہ متذہب تھی۔ یہ دے دینے میں کچھ اس مہیا تھا۔ اور ایک ایسکرتک کے سامان مرمت کمرے والی دکان پر لاکھ کر تھا تھا۔ سدا سدا سدا لڑا۔ یہ صرف کاغذی کاغذ ہو گا ملاحظہ! "صادق نے سے سمجھاتے ہوئے کہا: لیکن پھر یہ صرف کاغذی لکچر نہیں رہا تھا۔ شہر یار میں لاشوں تھا۔ لڈیا، بیاب کی طرح ہوشیار اور چابک میں تھا۔ اس سے قہقہے کرتا تھا جو اس کا پوتا تھا۔ سب سب وہ لڈیا دے رہے تھے بنی ٹاڈی کا سوچتی تھی تو اس کے قدم ٹھہر جاتے۔ انہیں بابہ اور پھوپھو جیسے کبھی معاف نہیں کر سکتے تھے۔ "لاہور نے کے سال پھر حد تک تو سے کوئی قابل ذکر کام نہیں کر تھا۔ بیسوں دسلی کے دفتر میں کھڑے والے آفتاب علی نے ایک نئی بڑی ملکیت کرن تھی 'جو پستے دی ڈر موں میں کام کرتی تھی' سو لاہور آکر بھی وہ کچھ عرصہ تک ماڈرنگ ہی کرتی رہی 'تاہم ماڈرنگ سے کتنی رقم نہ مل سکتی تھی کہ اس نے کمرے میں ایک ہنگ خرید لیا تھا۔ اور سدا دے کے ساتھ اس میں ٹھہر گئی تھی۔ سدا کے گھر میں ذریعہ کاروبار نہ تھا۔ وہ شخص سے بالکل بے خبر تھا۔ ہر وقت سدا دے کے ساتھ رہتا تھا اور اس میں سے حصہ مانگتا جو سدا کو ملتا تھا۔ جب کہ بیسوں کا

سارا حساب کتاب صادق سے پاس تھا۔ گھر خرید یا کیا تو سدا نے کہا۔ "پہلے میں ذریعے کو میں اس سے حلاق سے لیتی ہوں۔ ویسے بھی دے کا مریش ہو گیا ہے۔ ساری رات تھک جاتی تھی اس پر میرا دماغ قریب کہ دیتا ہے۔" ذریعے میں تھا جب سدا دے اس سے حلاق مانگی اس نے فوراً ہی سے حلاق دے دی تھیں بعد میں بہت چمکھٹایا کتنی بار کوٹھی پر آیا کہ دوشے میں تھا 'تھیں سدا دے کے کماں دیا۔ شرلوٹ میں تو صادق اور اس کے دوست بچے بھی ان کے ساتھ رہے' لیکن بعد میں سدا دے اور صادق میں زبردست جھگڑا ہوا اور سدا نے صادق کو گھر سے نکال دیا۔ صادق 'لڈیا کو بھیجتا تھا' لیکن پھر دوسرے بعد ان بھائی پھر ایک بیسے ہو گئے 'تاہم صادق نے سے ایک گھر سے یہ تھا۔ حالانکہ اپنی زندگی میں مصروف تھی۔ سے ان سارے جھگڑوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ صادق و سدا کے کہنے پہ اس نے بنی ٹاڈی کو چھپایا تو تھا وہ لڈیا سے محبت نہیں کرتی تھی۔ وہی لڈیا نے کبھی اس سے محبت

کے بال بوسے تھے۔ اس دوس کا شوہر تھا اور دن رات شوٹنگ میں مصروف رہتا تھا۔ اس کی بیوی ڈراموں کے ساتھ ساتھ اس سے فکس سائن کرتی تھی۔ ہر طرف اس کی اداکاری کی دھوم مچتی تھی۔ "تمہارے اداکاری پر حقیقت لگن ہو جاتا ہے۔" وہ ہر مکالمے کو اس طرح ادا کرتی ہے کہ اس میں جان ڈال دیتی ہے۔ "ایسے تمہارے بچپن سے جتنے رہتے تھے وہ جو مذاکرات جان کے نام سے متعارف ہوئی تھی اب ان سے بڑھتی۔" "میں مذاکرے محبت نہ جانوں" میرے والد ایک بڑے "بزنس مین" تھے۔

دو سالہ جو چھوڑ آئی تھی "اسے اب اس کھانے کی ضرورت تھی" شوٹنگ سے سنا نہ، اور صادق کے ساتھ دیکھ کر مخرج طرح کی تلمیحات کیا کرتے تھے۔ وہ بے حد مصروف تھی، اتنی مصروف کہ اس کے سب کچھ "کرپٹ" یعنی تو اسے کچھ یاد نہ رہتا۔ "بچو بچو" وہ دیکھ کر "بابا" نہ عرفان۔ پورے دو سال وہ بے حد مصروف رہی۔ انہماک اس کی اداکاری کی تعریف سے بھرے ہوئے۔ "بے حد کے بعد دوسرا کامیاب ڈرامہ اور پھر کیسے بعد دیگرے دو کامیاب فلموں نے اسے سب کچھ یاد دیا تھا۔" "میں اس دور میں کی تمام پوشی ہوئی۔" اسے اداکاری کی ملکہ کہا گیا۔ اس نے جب دو اسپتال پہنچی تو اسے گاہک تھی دست ساری کامیاب فلم "کامریوں کے باوجود اس کا ذہن خالی ہے۔ اس کے اندر غلبہ مخرج کی وجہ سے ہے۔ اور اس روز بے شمار دنوں بلکہ مہینوں کے بعد اس نے صوفیہ سے اللہ یار کے متعلق پوچھا۔ "وہ تو دینی پڑا لکھے" "وہ دوراب میں بھرتی ہو کر۔" "اور مجھے تاپا تک نہیں۔" "تمہارا اہل کامیاب جوڑ تھا۔" "مالنگ" "ہاں یہ تو اس ایک حقائق پر مبنی تھی۔" اور اب اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے اس سے کہہ دیا تھا کہ "خلاق دے دے دے تمہیں۔ صادق نے تو بہت من سیا۔ یہ صادق بھی بڑا لپٹی ہے۔ میں سمجھتی ہوں اس کی نظر تیری آمدنی پر ہے۔ تیرے اکاؤنٹ میں تو اتنی بھی جمع نہیں کرو تا میں کہتی ہوں تو خود کیوں نہیں صاحب کتابہ کہتی۔ یہ کہ بخت ہم صاحب بنی گویا ایک منگو اسے گا۔ مجھے تو ساری زندگی سننی چاہیے۔ مجھ میں نہ تھیں" وہ تو اللہ یار سے جانتے پاتے اس کے "مارے راز کھول دیے۔"

سب اللہ یار سے مجھے خلاق دے دی؟" ملائکہ نے سب کی رٹی ہوئی رائی آدا کی۔ "ہاں۔۔۔ وہ مجھے بھی اس شادی پر" رضا مندر تھا۔ تمہارا اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ تمہارے اور اس کے راج میں کچھ بھی ایک جیسا نہیں ہے۔ وہ کہتا تھا۔

وہ سید حامد آدنی کے سپنے یا بھڑا نہیں ہے، اور یہ کہ اسے اپنے چھٹی ہائی ایک سادہ گھر جیسی جیسی ضرورت ہے جو دن رات لکھ کر گزار کرے، جسے زیادہ کی جوس نہ ہو۔ "اور شہر یا دور۔۔۔" اس کے سب سے کھلے تھے۔

"شہر کی کامیابی وہ تو میرا ہے۔" وہ خاموشی سے ویسے ہی کہہ رہے تھے۔ وہ انداز سے محنت تو کبھی کوئی لگاؤ بھی نہیں رکھتی تھی، وہ ان دوسروں میں تو یکساں ہی وہ اور اللہ یا رکھے نہیں رہے تھے، بلکہ اس کی اللہ یا سے کوئی خاص بات بھی نہیں ہوئی تھی، نہ کہ کبھی ہر آتے جاتے اس کی نظر اس پر پڑتی تھی، نہ کہ کبھی اس کے اندر بیسے ایک گناؤں سا بڑھ گیا تھا، اپنے عزیزان سے اسے ٹھکرا دیا تھا، اور اب اللہ یا بیسے مردانے بھی اسے نہ کر دیا تھا، حالانکہ وہ خود اس سے لڑائی جیتا پاتا تھی، نہیں سب اس نے ان خود سے علاقے دے دی تھی، تو بیسے اس کی زندگی لانا تو پڑی تھی۔ کیا وہ اس کتاب نہیں لے کر سے چاہا ہے، اس سے محنت کی ہے۔

عرفان نے کہا تھا کہ اس نے اسے بہت چاہا ہے، اس کے پاس سے دینے اور کئے کے لئے بہت کچھ تھا لیکن۔۔۔ اور اس کے اندر بے طرح کی تنگی مڑ آئی۔ اسے محنت کی جوس ہو گئی۔ وہ ہر اس شخص کی طرح پہننے لگی، جو وہ بھی تنہا تھا، پھر اس کی نظر اس پر پڑا، وہ ملائم اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ مقررہ ہے اسے نہ نہ نہ کاغذ سے، وہ کسی کو ٹٹ نہیں کرائی۔ اسے بیکٹر لڑ چھپے تھے، کبھی کسی صحافی کے ساتھ، کبھی کسی ڈاکر کے ساتھ، کبھی کسی پڑوسی کے ساتھ۔۔۔ ممتاز سومر دیکھا نام اس کے ساتھ یا بیسے لگا، ممتاز سومر ایک ممتاز گھیر دار۔۔۔ کبھی تقریب میں دونوں کی ملاقات ہوئی تھی، اسے محنت کی یاد تھی، وہ غصوں کی بھوئی تھی، وہ ممتاز سومر دے پاس غصوں کی یاد دہرائی تھی۔ وہ اس کی یہی یاد ہوئی۔ اسے لگاؤ نہ نہ نہ کہ باب محنت ہے پھر کبھی سے۔ ساری عمر کی تنگی غم جو گئی ہے۔ عرفان سے نہیں زیادہ، محبتیں نہیں، ممتاز کے پاس۔۔۔ وہ اس کا تو پانے کے سے سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہو گئی۔ میں ہمدی اور عرفان نے اس سے شوق کو خیر باد کہہ دیا۔ بد سے تنہا نہ نہ نہ مکمل جیسے اور مزید کچھ بھی کرے سے لگا کر دیا۔ سب اس پر سخت ناراض ہوئے۔ "تم پگ ہو گئی ہو۔" "ہاں میں ممتاز کے سے پاگل ہو۔"

شوہر میں بہت پیار ہے، مگر، اور بھی چھ سات ماہ تک تو بہت کسکتی ہے۔ "ممتاز کے پاس بھی بہت پیار۔"

ہے۔" اور میں دودھ پیر کیا ہوا؟" سننے گھبرائی ہوئی تھی۔ "تہہ یہاں اسی گھر میں رہتا ہوں میں تمہیں پیسے بھیجی رہوں گی۔" "لیکن ملکی۔" "ہیں۔۔۔ مجھے کیا ہے۔" "اور شہر یہاں۔۔۔" "وہ قہار ہوتا ہے" سب کی طرح ممتاز بھی یہی سمجھتا ہے۔ وہ تھوڑے سے پاس ہی رہے گا۔ اس کا فریج میں دسے دوں گی۔" سنن کا سمجھنا اس کی ذہنیات کا دلوائے سب سے معنی تھے اس کے تھے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا سو وہ سب چھوڑ کر ممتاز کے ساتھ اس کے گاؤں پہنچی تھی۔ ممتاز نے اس کے ساتھ بہت سے دھڑے لیے تھے لیکن گاؤں جا کر وہ سب سے دھڑے بھول گیا۔ گاؤں میں اس کی پسے سے سی دیوہیاں موجود تھیں اور محلہ مکے سے اس کے پاس بہت کم وقت ہوتا تھا۔ زمینوں کے چھڑے گاؤں سے مسلمانا دور۔ دن بھر وہ رہتا تھا اور دیوالی بولان کی حویلی کے راتوں در گھروں میں چکرتی پھرتی۔

ممتاز کی بیویاں اس کی بے یقینی دیکھ کر متعلیٰ اور دوسرے اشارے کر کے سر گوشاب کرتیں۔ ممتاز خفے میں دوبارہ اس کے پاس آتا لیکن یہاں اس حویلی میں آکر وہ سب سے غیبت سے کھوٹا تھا اسے لگا وہ ایسی ہی تھکے اور خالی ہے۔ اس کے کاسے میں محبت کا کوئی مکہ نہیں ہے اور وہ عرفان کستا تھا کہ اس کے پاس اس کے نئے ڈھیروں مجنبتیں تھیں۔ اور یہ ممتاز بڑا مرد ہے کسی دھوکے میں وہ اس کی طرف پہنچی تھی۔ "اسما نے صحیح کہا تو یہ جا گھیرو ایسے ہی جوتے ہیں۔ پارلن ٹیٹ کر لے گا اور چھوڑے گا۔" ممتاز نے تو سے نہیں چھوڑا تھا ہاں اس سے سے چھوڑنے کا عہدہ کیا تھا۔ "میں سے تمہیں پچھتی ہے یا تمہیں نہ حسب مدافن کہ میری حویلی کی پابندیات تو سہہ نہ پاؤ گی۔" "میں پابندیوں سے نہیں گھبرائی ممتاز سو مرد اگر شہرانی محبت لگی سنگ ہوئی لیکن اب تو یہ پابندیات میرے سے لگے ہیں پڑے لوقی ہیں جو مجھ کو دھڑے گھونٹ رہے ہیں۔" "تم مجھے تڑا کر دو۔" اور ممتاز سومرو سے بد چھب سے آرا کر دیا۔ ایک سال دس ماہ بعد وہاں آگئی دیوالی کو حق مہر کا چیک تھے۔ سنن نہ خوش ہو گئی ہدائی جس کے ساتھ محلہ کے پاس کے سنن نے صلح کر لی تھی کھل گئی۔

میں نے تو پہلے ہی بہہ دیا تھا تو اس کے ساتھ میں نہیں سکے گی فیروز۔۔۔ خوشی سنن کی "نکھوں سے بھولی پڑی" تھی۔ "کیا کچھ سے کرتی ہے؟" "ہیں یہ دوا ہے۔۔۔ دوا لکھ تو تیرا حق مہر ہی تھا۔" "ہاں یہ حق مہر ہی ہے۔" وہ بہت لگتی ہوئی تھی اور آرمہ کو ناپا حق تھی۔ "تو اور کچھ نہیں کوئی کوٹھی کوئی چنگ نیلس ہوں میں کچھ بھی نہیں



سے کئی تو اس پانچ سو کے بچے سے؟" سٹوڈنٹ کے چہرے پر ہمدردی تھی۔ وہ ایک نظر اس پڑاؤں کو اپنے کمرے میں لگائی۔ پچھتاوے اس کے اندر ڈنک مارنے لگے۔ اس نے وہ مسیحا دیکھ جو چھوڑ آئی تھی پھوپھو کی محبتیں شفیقتیں بابا کا پیار۔ اور سب سے بڑھ کر عرفان کی چاہیں۔ "اے قائد۔" اس کے ہونٹوں سے کسکی تکی۔ وہ بہت دیر تک روٹی رتی۔ اور اس نے سوچا۔ وہ پھوپھو کے پاس وہیں رہتی تھی۔ اس نے پاؤں پر گڑ کر معافی مانگنے سے وہ ضرور معاف کر دے گی۔ اس نے سٹوڈنٹ کو پھوپھو کا

موزہ کیا تو اسے گارنٹھ ایک لہجہ عورت سے اور شاید نہ لگے۔ وہائی ن سے تیرہ بیس کی تھی۔ میں بھی محبت وہاں پلٹنے میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔ اسے بھی دیر ہو گئی تھی۔ پھوپھو کو عرفان اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ وہ جیٹ کے پاس بیٹھی بہت دیر تک روٹی رتی۔ چوکیدار سے اسے پانی پدیا۔ بابا کیا پھوپھو مجھے یاد کرتی تھیں۔ ابھی انہوں نے میرا نام پوچھا۔ "میں یاد نہ کرتی ہوں گی۔" پاسے کی محبت تو زور کی کام ہوئی سے چند۔ سٹوڈنٹ بی بی تو آپ کو مرنے کے سے چھوڑ گئی تھیں۔ اسی دن کو سیکس جس سے سی نہیں لائے۔ "چوکیدار سے تو پوچھ لیا۔" اس سے اندر باہر آگ نکلائی تھی۔ وہ کراچی سے کوئی تو سٹوڈنٹ سے ابھڑا ہوا۔ "تم سے میری زندگی بڑھادی ہے۔ تم میری ماں نہیں ہو۔ تم سے مجھے ابو بوا۔" میرا ٹھکانہ سب نہیں کیا۔ مجھے چھوٹی کا کمر چھوڑنے پر کہیا۔ "رہے ہیں اتنی بندہ تھی تیری پھوپھو تو روک لیتی تھے۔" جب انے دیکھ اس نے تو سوچا ہوا۔ "اس کہ بہت پاسد۔" بابا پھوپھو مجھے روک بھی تو سکتی تھی۔ زبردستی نہیں میں اس کی بیٹی جو نہیں تھی۔ اس کی گتھی ہے۔" سے سٹوڈنٹ کی بات سچ لگی۔ پھر کئی دن گزر گئے تو ایک روز سٹوڈنٹ سے کہا۔ "میں شکر کر بیہوش ہوا۔ ذرا پار ہوا کرتا رہتا۔ ہو اور عادی کے رہتا یا کہ آفتاب مرحب سے ملے۔ آج کی دو ایک نئی فلم پارے ہیں۔" مجھے کسی فلم یاد دے میں کام نہیں کرتا۔

تو پھوپھو م سے لگی کیا۔۔۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ "کئی شہری کو کئی لچر سے کلاس سے باہر نکال دیا۔ دوسرا" سے نہیں نہیں دی۔ "اور وہ وہ کہہ۔۔۔" مجھے سب 'سٹار ٹریس' چڑھا ہو تھا۔ وہ تار۔ تو تو پل دی تھی اس ممتاز کے ساتھ پچھتے جیسے کیا وقت گزرا تھے سب خبر۔ "سٹوڈنٹ کی 'ٹیلیس' برسنے لگیں۔ "چھاپا۔۔۔ دیکھتی ہوں۔"

اس نے ماں کو تسلی دی۔ "میں فون کروں، صاف تھے کہ؟" ہمیں میں خود چلی جاؤں گی۔" یہ لکھیسے، تو خود  
 سمجھو رہے وہ تو دسے پیسے خور کھینا ہے۔ دو سال تک چھوٹی اور بڑی سکرین بد حکومت کرنے والی مگر کہ جب  
 اتنی بڑی صاحب سے مننے لگی تو چھڑتی ہے اسے ہتھکڑی کرنے کو کہا وہ غصے سے ہار نکلی گئی اور ایک بڑے دروازے تک  
 نکلنے میں لگی۔ اس کٹنی لاکھ اسے اپنے بڑے میں بیٹے کے سے لے چکے ہیں علی تھا اس نے دعو کیا کہ وہ  
 عدالت سے ہارے گا۔ "کام ہوتا۔۔۔؟" گھر میں دھن بوتے ہی سلاٹ سے پوچھا تو دو بیچ لگی۔

نہیں کر سکتی اب میں کام۔" تو پھر وہ چلی گئیں "کی ہے" رتی، اس اپنے تھاکے پاس۔" سلاٹ نے بھی پکار کر  
 کہا۔ کچھ دیر بعد رتی۔ ملا کہ خاموشی سے رندہ کمرے میں چلی گئی اور سلاٹ تیار ہو کر تھیر چلی گئی۔ کسی صوفی کو  
 اس کی دکان کی خبر مل گئی تھی تو اس نے اخبار میں سرکاری لکھائی۔ "نظر کی دنیا کو پانک چھوڑا ہے وہاں ملازمہ صاحب  
 اور جان کی وہی۔" اور پھر تو قیاس نہ کیا ہونے لگیں لیکن سلاٹ کے سر اس کے باوجود اس سے سنوڈیو زکار  
 نہیں کیا تو تھک ہار کر سلاٹ بھی خاموش ہو گئی اور گھر میں کی تھیر کی مہموں آمدنی پہ پچھلے مارچ سے تا تو تھا لیکن  
 سلاٹ بہت فصول غریب تھی جب ذہن زبورت کے پہلی سلاٹ سے ایک بار پھر ملازمہ کو سمجھوڑا۔ "لوگ مجھے  
 بھول چکے ہیں اب۔" ایک بار تو پھر آجائے تو قریق راج ہو گا یہ جو سکرین پر تھک رہی ہیں جو میں گھنٹے  
 نہیں تو اس تھک کی وجہ سے بھی نہیں آتی۔ "میں بھی اب تھک نہیں کر سکتی۔" "جہاں پہل صادق دینی رہا ہے  
 ایک شوبے تو بھی چلی جا اس کے ساتھ میر نہیں تو شہرہ کا سوچ ہے۔

وہاں سے جس موڈ میں تھی کہ اس نے ہائی بھرن یا پھر وہ ابھی طور پہ تھی کہ وہ ہو چکی تھی کہ حجاج کر دی سکتی  
 تھی۔ وہاں بعد جب وہ دکان سے وہیں آئی تو اس کی حالت بد ہوئی تھی۔ وہ سکرین پہنے لگی تھی اوپے اوپے قہقہے  
 لگاتی، جھڑولی شرس پھینکتی، بوٹلی ڈال میں ہات کرتی، بھی بیٹھے بیٹھے رو سے لگتی۔ شو کے پردے میں کیا ہو تھا  
 اس کے متعلق نہ مہا کہ سے پیارہ صادق ہے۔ "یہ تو نے میری بیٹی کو کیا کر دیا صادق۔" سلاٹ نے صادق سے پوچھا  
 تو وہ نہیں دیا۔ "میں سے تو کچھ کیا" تو قیاسی تھی تاکہ سے زندگی کی طرف لاکھ تو سے آیا سے زندگی کی طرف اور  
 بہت چڑے کہا کے لاتی ہے وہاں سے۔ "لیکن وہ اب چپ ہو چکی تھی وہ جو سارے کے سارے پیسے سلاٹ کو دے دیتی

تھی اب اپنی رقم چھپا کر لے گئی اور اس پر سٹاپ لڑائی سے بڑھ کر کچھ نہیں رہا۔ مگر وہ چپ چاپ مٹتی رہتی رہی سے  
 واپس آکر اس نے نئی گاڑی بھی خرید لی تھی اور اسٹاپ گاڑی سے کر بھل چلی۔ سٹاپ چاہتی تھی کہ وہ پھر ٹیڈز میں چلی  
 جائے۔ "تیری بیٹی اب بیرونی نہیں مل سکتی یہ تو ایک جملہ بھی یاد نہیں کر سکتی۔ اب کامے بھی یاد کرے گی۔"  
 کوئی بگڑی نہ تھی دیکھ کر اس سے شادی کر دے گی۔ "سادق کا مشورہ سن نہ کر پند آیا تھا۔"

اور وہ لوگوں کو پچھانس پھانٹ کر لے گئی۔ سے اب بھی محسوس تھا کہ وہ اسے میں بھی بڑھ چکی تھی یہی تھی کوئی  
 کردار مل جاتے تھے وہاں کسی سے ملاقات ہوتی تو وہ سٹاپ کی تھوڑی سی ملاقات میں سمجھنے کے قابل نہ ہوتی۔ ملاقات  
 سے مٹتی۔ ملاقات جو ایک سنگین تھی وہاں زندگی میں کرے گی۔ وہ سٹاپ کے گھر سے پتہ لگاتے تھے  
 کے گھر سے دھڑلے سے جھوٹ ہوتی۔ اس نے اسے گھر سے گھر سے خود بھی پتہ لگتا تھا۔ وہ سب خود  
 کہتی تھی اب پورے لکھنؤ سے کہنے لگی تھی۔ سات سال میں لوگ اسے بھول چکے تھے۔ بعض اوقات تو غریب سے  
 گھر سے پہ کوئی اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھا۔ بچھڑا بھی نہ تھا۔ "سب اس کی شکل پہن چکے ہیں۔" وہ گھٹنوں آئینے کے  
 سامنے بیٹھی خود کو دیکھتی۔ لکھنؤ سے بچھڑے گھٹنوں نہیں آڑے بڑے ہڈیوں پر اس کے پاس مٹتیں کرنے نہیں  
 نہیں آئے۔ وہ یہ نہیں کہنے لگے کہ اس کے گھر میں تار ایک سے لکھنؤ میں گئی سے بڑا درد زندہ نہیں رہا ہے۔  
 اس نے پتی ایک تصویر دیکھ لی تھی۔ یہ تھی "جہاں وہ ٹکریں کی مٹھ تھی" جہاں ہڈیوں پر اس کے قدموں میں  
 گرے تھے۔ وہ جہاں عرصہ سے زیادہ دیکھ رہا تھا۔ مرد اس کی محبت کا وہ بچہ تھے۔ اس صورت حال سے اس  
 کے اندر ایک توڑ پھوڑ کا عمل شروع کر دیا تھا۔ وہ سٹاپ کے لے ہوئے۔ شخص کی طرف سے لکھنؤ میں پھر وہ د  
 اسے مٹھا سو مٹھا۔ مجتوب سے خان۔ کھو کھلا اور وہ بچے بٹھاتی جس پر سٹاپ بیٹی میں ڈانٹ ہوتی۔ "وہ اتنا  
 دوست تھا میں اس کی ساری زندگی۔" انہیں اس کا دل تالی تھا اس کے پاس محبت نہیں تھی۔

سٹاپ اسے دو مٹھ سار تھی۔ نہیں سے تو محبت کی ہوس ہو گئی تھی۔ چاہے جاسے کا خیر۔ ہی طلب میں وہ ایک بار پھر  
 دھوکا کھا بیٹھی۔ مرزا مسعود ایک رند وازیدار تھا۔ جوان بیٹے شادی شدہ تھے۔ لیکن مرزا مسعود خود بھی جوان ہی تھا  
 تھا۔ باں لان کرتا۔ تھری ٹیکس سوٹ پہنتا۔ پیکرو میں بیٹھتا۔ جب لاہور سے تو پتی لاتی کو لکھی میں قیام کرتا۔ بھروسہ

میں بھی اس کی کوٹھی تھی۔ سنا دھوکے پہاں ملا تھا لیکن اس کے توسط سے ملائے تک پہنچا تھا۔ اس نے ملائے کے سارے ڈرے اور دونوں ٹیلیں دیکھ کر کی تھیں۔ وہ ملائے سے اس کے ہاتھ کے دروں کے حوسے سے بات کرتا تو اس آٹھیں چمک اٹھیں۔ بہت اذیتاقتی سے اس کی باتیں سن کر پھر مرزے سے ہر دوڑ کر دیا۔ اور ملائے نے جو بھی جیتے جاتے پانے کی تھی ہاں کر دی۔ سارے معصومیت سنا دھوکے اور مرزے سے ملے ہوئے تھے۔ اور وہ بے معصومیت سے بے خبر تھی۔ اس سے سوچا تھا کہ وہ مرزے معصومیت و فاداری کی بن کر رہے گی چاہے کچھ بھی ہو۔ اس سے ہی حویلی میں سے کمر نہیں جی تھا بلکہ لاہور کی کوٹھی میں۔ کھانا کھا سے لے کر تھکے جیسے راحت میں سے کھڑا ہو۔ یکساں پھر معیت ہو گئی ہو سکتی تھیں۔ کھانا کھا پھر مرزے معصومیت سے فارغ کر دیا۔ وہ ملائے کی سے اٹھتی رہی۔ "تم بہت چمکی ہو" لیکن میرے بیٹوں سے ملے مجھ کو دیا۔ مرزے میں میں اس کی چوڑے لکڑے۔ "وہ ملائے کے گلے تک کر خوب چچا چچا کر رہی۔ یہ عورت اس کی وہ ہمدرد تھی اس دن میں کتنی کوششیں سے اس نے اس کا گھر بایا تھا۔ لیکن اس کی قسمت ہی خراب تھی۔ وہ اس

زندگی یک بار پھر ہار لی وہ میں پانے کی تھی۔ سنا دھوکے اب بھی پانے تھی کہ وہ کسی سارے شخص سے شادی کرے۔ لیکن اس کے ذہن کے جا۔ ٹوٹا ہے تھے۔ وہ میں ملائے کے آگے تھے۔ تنہا تھیں۔ اپنے بیٹے سے بھی اسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک کھوٹا ہو جس کی ذور سنا دھوکے تھا میں تھی وہ جیسے ذور ملائی تھی وہ ویسے ہی کرتی تھی۔ میں بھی لیگی وہ سنا دھوکے لکھ پڑتی۔ ذرا ٹیلیں پھر کچھ پر حدی اس کے گلے تک کر سے مرزے لیتی۔ اعتبار اف کرتی کہ وہ ہی اس بھری دنیا میں اس کی وہ ہمدرد سے لیکن مجھ کے وقت کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی حالت خراب سے خراب ہوتی تھی۔ ایک دوبارہ اس سے ملائے کو مارنے کی بھی کوشش کی لیکن حسن کی حالت سے ملائے اس سے ناقد تھی۔ سو دھوکا صواب نہ ہو سکی۔ اب سنا دھوکے کمرے میں بند رہنے لگی تھی۔ اس کی حالت بہت بری تھی۔ وہ کھانا کھانک دیتی۔ کوئی قریب جا تا تو اسے مارتی۔ سنا دھوکے اس سے تلک آگئی تو ایک بار پھر اس نے نہ کا۔ مگر سنا دھوکے خوش تھی یہ سو دھوکا صواب سادق سے مردہ۔ اب قبال ہاؤس میں ایک بیٹے گھر میں رہتا تھا۔ نہیں تھا۔ اس کا حق مہر کے علاوہ ڈینس وائے کوٹھی اور سبے شمار ذور تھے ملائے کے پاس۔ کوٹھی شادی سے پہلے اس نے ملائے کے نام کر دی تھی۔ مرزے اس کے بیٹوں سے بغیر کوئی پھڑا اسے کوٹھی میں کر دی تھی۔ جسے سنا دھوکے



سے کراسے پار چڑھا دیا تھا۔ گرو سیٹھ سے شرح کرتی تو ساری زندگی بیٹھ کر رکھی سیتی تھی۔ نہیں سنا کہ تو کراسے کے پیسے ہفتوں میں غم کر دیتی تھی۔

اسے وہیں پھوپھی کے پاس بھجوا دیا۔ "صادق نے مٹھو دیا۔" انہیں وہ تو ملک ہے، ہر سے۔" میں پچھلے دنوں "کر پٹا مجھ تھا تو میں نے شب اس کو دینا تھا یہ خبر دو لوگ وہیں آئے ہوں "پتا کرو اس میں" لیکن آج کل ذرا ہاتھ ملک ہے۔ ٹکٹ کے لئے پیسے دے دینا۔" تھری صادق نے ہاتھ میں صادق کے ہاتھ جو گھیا ہے پھر بھی۔۔۔" سنا کہ میں دی۔ اور دیکھو اندیہ کو کھلی فیس کو دے۔ اسے اپنے لئے کو سمجھتا ہے۔ "تو تو کیا اسے "گرت کے ملے ملے ہاری ہے۔" "تھری لیٹ میں کیڑے ہڈی صادق میں تو شادی کر رہی ہوں۔" "اب تم ملک" ہاں اتنی عمر میں تو یہ ضرورت ہوئی ہے۔ تمہارا نہیں ہوتا۔" "کسے پھا سا ہے؟" "دوسے محفل میں کانگٹا بوشیخ منیر سے پورا کیا ہے۔"

ابھا اچھا وہ پڑھا شاید ایک میں ٹکٹ بیچ کر لائی مارا بنا دیا تھا اس نے۔ "پہل فیس بے بگواں کر" اور گتی "کل جا کر پٹی۔" اب وہ محفل نکالی بیٹھی تھی کہ "قصر عرفان" میں صبی تھی۔ ٹوٹ مدت بعد وہ لوگ واپس آئے تھے اور عرفان کا دور وہاں جا رہا تھا۔ وہ بھی سنل ٹوٹ کی کوشش میں تھا۔ چوتھ رسے ساری معلومات سے کہ صادق وہیں آیا تو سنا خوش ہو گئی۔ ملاکہ کمرے میں بہ تھی اور کمرے کے باہر شہر یا بیٹھا تھا۔ شہر رہنے اس نے کبھی بھی بیٹھ نہیں کیا تھا۔ کبھی چاہا کہ کپڑا نہیں تھا۔ بار وقت اس کے بند کمرے سے باہر بیٹھ رہتا تھا۔ دوری تو وہ بھی روئے لگا۔ وہ چنچنی تو بہت درد نہ کہے ہی سے دیکھتے ہوئے دوسے پکارتا ہوئے ہوئے تھیں اور دیکھا۔ "آپا مت روؤ۔ بھی اب انہیں ہی تو درد لگا کھوں دیتی ہیں" تجھے بھوک لگی ہے۔" وہ کھڑکی سے پہلے کے ٹکٹ اور ٹکٹ کے ڈبے در پچھتا۔ "یہ کراسے بھی ساقی ہی کھج دے۔" صادق کے سے دیکھ کر مٹھو دیا۔ "اندیہ کی بیوی نہیں رکھنے لگی اسے" یہ میں تجھے بتا دوں" یا پھر اسے اس ٹکٹ باؤ سے بات کر کے رکھو۔ "پڑھاپے کا سہارا ہے گا۔" انہیں سنا کہ کوس کی بات یہی بات بہت تھی

تھی۔ "گر نہ رکھا ہوں سے تو محسوس نہیں ہوتے میں ڈول دھل گئے۔" اس نے سوچا اور مہینوں کو بھی۔ اس ملائکہ کو بارہ سال بعد وہ "قد عرفان" میں چھوڑ آیا۔ گلیے سے اندر کر کے وہ وہیں سے ہٹ آیا۔ ہینڈ کے انجنکشن کا اثر ابھی تک تھا۔ ملائکہ نیم صدفی منڈی "کھوکھوں سے پارول عرف دیکھ رہی تھی کہ چوکیدار نے تھڑکا۔ "اے کون ہو تم لوگ اور احکام کبھی گھس آئے ہو یا ہر گھر۔" شہر دسنے سے کسی سے اسے دیکھا اور صادق کا کھنکھاہٹ سوہن دہر دیا۔ "مجھے ملک محب طرہات سے ملنا ہے وہ میرے نانا ہیں۔" چوکیدار نے اسے اور پھر ملائکہ کو دیکھا اگلے ہوسے ہاں دو ٹوک باتوں سے سرٹھنی ہوئی وہ دیکھے ملنے پھڑوں میں مل گئی تھی۔ وہ کچھ دیر تاس سے اسے دیکھتا رہا پھر اندر چلا گیا۔ ملک محب نہ ان کی پیشانی پر نہ بڑ گئے۔ "کون ہو ملائکہ۔۔۔ ہم بھی ملائکہ کو نہیں جانتے۔ کون باہر کدو۔" دوسرا ہاں دوسرا جب وہ سکرین پر چھائی تھی انہوں نے کئی اذیت سے گرا سے تھے وہ ہر ایک سے چپتے پھرتے تھے۔ ملائکہ دو ملک سے باہر تھے پھر بھی انہیں لگتا تھا

ہر بندہ نہیں دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کی بیٹی ہے پھر دوسرا بعد اپنا ملک میں نے شوق کو خیر باد کہہ دیا تو انہوں نے شکر کا سانس بٹا سیکھ وہ دوسرا کی طاقت جب وہ کھڑے ہوئے کئی تھی "میں ملک محب عرفان کی بیٹی ہوں" ملائکہ جب کہ۔ "چوکیدار ہر تو جالے میں بندے کے تحت چھو پھوٹتی اس کے پیچھے نکلیں۔" "پتھر۔۔۔" انہوں نے رولا سیکھ وہ تو پورے کی چھ مہینوں پر حیرت سے کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔ زمین پر کئی پاتھ مارے بیٹھی وہ ادا دھر دیکھ رہی تھی۔ چوکیدار نے اس کا ہڈ پھوڑا اس نے غصے سے جھرا دیا۔ "نہیں جاؤ گی۔" وہ بے اختیار دو قدم آگے بڑھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا اس کی آنکھوں میں دیر تھی حقیقت تھی اور وحشت۔۔۔ ان کی موٹائی نظر میں پیشانی کھڑے ہو کے کی طرف نکلیں۔ "یہ پاگل ہیں آپ کو نہیں سمجھا میں گی۔" "تم کون ہو اس کے

ہیں ہوں ات کار۔" لڑکے کی "نکھوں میں آسو" گئے اور وہ جھٹ کر سے اٹھنے لگا۔ "پتھر گھر چلیں۔" "بھوک لگی ہے پیسے کھا دے۔" "کہاں جاؤ گے؟" پتھر پتھر غیب کیفیت میں گھری گھری تھیں۔ "تمہارے بھائی ر اگر انہوں نے دھڑکھا تو کسی ٹیکسی دے کو کہنا وہ یہ بھی موم میں سے پائیں گے۔ یہ کہہ دیا تھا موم سے ٹیکسی

کا۔" اس نے منجی کھول کر دکھائی اور پھر بازو سے پکڑ کر ملائکہ کو اٹھانے لگا۔ پھوپھو کے اندر بیسے بھو بھال سا آسمان۔ دل چپنے لگا کہتے نازوں سے پالا تھا انہوں نے اس کو 'وساکت' کھڑی تھیں اور دل بیسے طوفانوں کی زد میں تھا۔ 'امی جان!' عرفان نے چپچپے سے ان کے کندھے سے ہاتھ رکھا۔ 'آپ منجی کو معاف کر دیں۔' اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ 'رہتے دو بھئی! ست کرو اس کی سفارش۔ ایسی بے شعور' احمق اور جا کھجیوں کا بیسی انجام ہو تا ہے۔"

"ملک محب اللہ خان بھی باہر نکل آئے تھے کسی ٹیکسی والے کو روک لو۔"

میں نے اس کہانی کو یہاں تک ہی بڑھا نہیں۔۔۔ "ساکت کھڑی پھوپھو چوکی تھیں۔" نہیں۔۔۔ "دوسرے اخت" تھا اس سے آگے کے اخت ہی جملے بڑھنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اب ملائکہ میرے سامنے تھی۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں آگے بڑھ کر ملائکہ کے پاس بیٹھ گئیں وہ اس کے کندھے سے چپلے ہاتھوں کو چومتی جاتی م تھا۔ میں نے دو چکر لگا تا تھیں 'روٹی جاتی تھی' لیکن وہ نہیں رہی تھی نہ میں سے کاٹھا اٹھا کر منہ میں ڈال رہی تھی۔ پھوپھو نے اسے سمیٹ لیا۔ بڑے بڑے ڈاکٹر ز سے اس کا علاج کروایا گیا 'لیکن اس کی ذہنی حالت میں کوئی خاص تبدیلی نہ آئی تھی' ہاں وہ پہلے سے بہتر ہو چکی تھی۔ ہمارے چھٹی نہیں تھی 'لیکن جب دورہ بڑھا تو اسے سینما لانا مشکل ہو جاتا تھا۔ تب اسے ڈاکٹرین ہاؤس میں ایڈمٹ کر دیا گیا۔ عرفان سینٹرل ڈسکوسکا' تو وہاں کیسٹ ایڈا گیا' اور شہریار کو بھی ساتھ لے گیا۔ ملک محب اللہ خان اپنی منجی کے ساتھ پاکستان آگئے تھے۔ پھوپھو بھی یہاں ہی تھیں۔ وہ چپلے دو چپلے بعد چکر لگاتیں 'لیکن ملائکہ کسی کو پہچانتی نہ تھی' لیکن اس کی حالت بہتر ہو رہی تھی۔ وہ فوٹین ہاؤس میں آئے والے ہر شخص سے کہتی کہ وہ پاگل نہیں ہے 'مجھے بھی کوئی صحیح بات بھی کر جاتی' لیکن پھر بھی ڈاکٹر ز کوئی خاص پرو امید نہ تھے۔ وہ ملائکہ محب اللہ جیسے محبت کی طلب تھی 'لیکن جسے بھی محبت بھی نہ ملی۔

تھا۔ اس کا کس میرے مطالعے میں رہتا تھا' لیکن مجھے بھی ڈاکٹر لطیف کی رائے سے اتفاق تھا کہ اس کے بالکل ٹھیک ہونے کے امکانات کم ہیں۔ ٹیکین میں لگنے والی جوت کا اثر تھا' یا اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ ہی اتنی شدید تھی کہ بحالی ممکن نہ رہی تھی۔ پھر بھی ہم اپنی سی کوششوں میں رہتے تھے 'میں گھنٹوں اس کے پاس بیٹھا رہتا' باتیں کرتا رہتا' لیکن اس کی آنکھوں میں جو اہلیست تھی 'وہ دواؤں کی طرح ہی تھی۔' میں ڈاکٹر حبیب ہوں ملائکہ! "اچھا"



لیکن دیکھو مجھے الجھن نہ لگنا۔" میرے تعارف کے فوراً بعد وہ کہتی۔ "نہیں لگاؤں گا۔" میں ہولے سے اس کا ہاتھ چھتا ہوں۔ اس کے لمس سے میرے اندراب بھی وقتی ارتعاش پیدا ہو جاتا تھا۔ جو اس وقت ہوتا تھا۔ اگر میں اس سے شادی کر لیتا تو شاید اس کی یہ حالت نہ ہوتی۔ کبھی کبھی میں سوچتا تھا۔ عجب چمکتا واسا ہوتا۔ میری محبت شاید اس کے اندر کے خلہ کو بھر دیتی۔ شاید۔ لیکن اس نے مجھ سے کتنے جھوٹ بولے تھے۔ اگر وہ سچ بھڑکتی تو میں نہیں جانتا کہ نوازش کی کہانی میں کتنا سچ ہے۔ اور کتنا جھوٹ۔ شاید واقعات و حقائق سب سچ ہوں۔ ہاں تھوڑی سی رنگ آمیزی کی ہو۔ نوازش آخر کو کہانی کا رہے گا۔ لیکن مجھے سب سچ ہی لگتا ہے۔

مجھے یہ کہانی مکمل ہی لگتی ہے۔ بس اس میں ایک بات نہیں ہے۔ ایک بات جو نوازش نہیں جانتا تھا۔ یا جانتا بھی ہے تو اس نے لکھا نہیں۔ اس نے لکھا کہ ملائکہ کو پہلی محبت کبھی نہیں ملی۔ کسی نے اسے دل کی پھر ایوں سے نہیں چاہا۔ وہ محبت کی طلب میں اندھا و حند بھاگی اور پھر اس کھوج میں ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ اس کا من خالی کا خالی رہا۔ دل آباد ہو سکا۔ یہی اس کہانی کے اختتامی حصے ہیں۔ لیکن مجھے ان سے اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ میں۔۔۔ ہاں میں نے اس سے محبت کی۔ نوازش سچ کہتا تھا کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔ ان بہت سارے جیتے سالوں میں مریم بیسی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی۔ میں نے جیسے سوچا ہے۔ وہ ملائکہ محب اللہ خان ہے۔ میری وہ راتیں اس کی گواہ ہیں جو میں نے اسے سوچتے گوارا دیں۔ میں نے جو کو اتنا نہیں سوچا۔ جتنا ملائکہ کو۔ جو تو ایک نرم ہوا لاجو لہ تھی۔ جو میرے دل کو مسخر کر کے چلی گئی۔ لیکن ملائکہ تو ایسا شہر تھی۔ جس کی بیویں میرے اندر دور تک چلی گئی تھیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ ویسی ہی محبت جیسی محبت کی اسے چاہ تھی۔ اور صرف میں ہی نہیں۔ عرفان بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ جب ی توہر چر میسے بعد وہ اس سے ملنے پلا آتا ہے۔ اتنی دور سے۔ وہ بھی کھنوں میری طرح اس کے پاس بیٹھتا۔ اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا ہے۔ دوستی ہے۔ لیکن سمجھتی نہیں۔ وہ بات ختم کر کے پد امید نظروں سے اسے دیکھتا ہے۔ تو وہ فوراً ہی کسی کی شکایت جو دیتی ہے۔ نمبر 3 مجھے گھوڑ کر دیکھتی ہے۔ اس وقت عرفان کے چہرے پر پچھلے مایوسی کے رنگ۔ اس کی آنکھوں میں غمی۔ اس کے اندر کی کیفیتوں کا اظہار کرتی ہے۔



www.Paksociety.com

ہاں عرفان ملک نے ابھی اس سے محبت کی ہے۔ اتنی ہی شدید محبت 'بنتی شہید محبت' کی وہ ہمیشہ غالب رہی۔ بلکہ عرفان کی محبت میری محبت سے ارفع ہے۔ اس کی جڑیں بہت گہری ہیں 'تب سے جب وہ معصوم سی بچی تھی' جب اس کی ماں نے کہا تھا۔ "اسے تو میں اپنے عقی کی دلہن بناؤں گی۔" تب سے۔۔۔ وہ ملائکہ حب اللہ جو مجھوں کی حریف تھی 'جیسے بھی مجھوں کی طلب تھی' اور اس طلب میں اس نے خود کو غار کر لیا تھا۔ وہ ایلہ پان مجھوں کو پائے کے لئے بھاگتی رہتی تھی 'وہ جو کہتی تھی۔ "میں نے اپنے باپ کے خاندان میں جاتے کے لئے بہت سفر کیا ہے' لیکن میری سافٹس رائیڈیں ٹھہریں۔" ان دنوں جب وہ میرے کونک میں آیا کرتی تھی 'تو اکثر کہتی تھی۔ اس میں تھوڑی جھوٹ کی آمیزش تھی' لیکن یہ سچی تو تھا 'کہ اس نے بہت سفر کیا' لیکن باپ کے خاندان میں جاتے کے لئے نہیں 'محبت کی طلب میں' وہ جب جوش میں تھی 'تو اسے محبت کی بہت حب تھی' بہت لالچ تھا 'اس کی ماں کہتی تھی۔ "تو مرد کی رفاقت کی بھوکی ہے" جب ہی تو اسے عروج میں ٹویز چھوڑ کر ممتاز سومر کے پیچھے چل پڑی۔" اور وہ کہتی تھی۔ "نہیں" میں مرد کی رفاقت کی نہیں 'اس کی محبت کی بھوکی ہوں۔" وہ ملائکہ حب اللہ خان۔۔۔ اب جوش تو اس سے زیادہ ہو چکی ہے' لیکن وہ محبت اس کے سامنے ہے' اس کی دسترس میں' وہ جب چاہے ٹھگی بھر کر اس محبت کو اپنے دل میں رکھے' اور ثنائت ہو جائے۔

اور ایک مرد کی نہیں 'دو مردوں کی محبت۔۔۔ ایسی محبت جس میں کوئی شکوٹ نہیں 'کوئی لالچ نہیں۔ میں نے اس سے محبت کی' لیکن اس کے ملک زندگی گزارنے کے خواب نہیں دیکھے' تصور میں سمجھی اسے اپنے گھر میں پھلتے پھرتے نہیں دیکھا' لیکن عرفان نے ان مارے خوابوں کو ہمارے دل سے کر اس کے خواب دیکھے' میں نے ایک بار اسے کہتے سنا تھا۔ "ملکی! ایک بار جوش کی دنیا میں لوٹ آؤ' تو میں تمہیں دوسارے خواب لوٹاؤں گا' جو میں نے تمہارے حوالے سے دیکھے' ملکی! مجھے تمہارا ایذا اٹھا دینا ہو چکا ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ پیسے وہ میرے اور تمہارا بیٹا ہو۔" ہاں محبت اس کے سامنے پڑی ہے' اس کی دسترس میں' لیکن اب اسے محبت کی طلب نہیں ہے۔ ہم دونوں اپنے اپنے مدار کے گرد چکر لگاتے ہوئے بھی اس کی کوششیں کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکے۔ اسی لئے بھاگے بھاگے اس کے پاس آتے ہیں۔ دور دوری رہتی ہے' شکایتیں کرتی رہتی ہے۔ نمبر دو کی 'نمبر چار کی' نمبر تین کی۔ "نمبر دو نے میرے بال کھینچے تھے۔" اور "نمبر تین کی پلٹ میں زیادہ پاول تھے۔" اور محبت اس کے سامنے پڑی سکھتی رہتی

www.Paksociety.com

ہے ' لیکن وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ ملائکہ حب اللہ جسے محبت کی بہت طلب تھی ' لیکن جسے محبت  
بھی نہیں ملی تھی۔

پاک سوسائٹی

ڈاٹ کام